از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۲۱

چند اہم مضامین کی فہرست

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝

جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اور نماز کا پابند رہ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بے شک ذکر اللہ بہت بڑی چیز ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے ○

تلاوت قرآن اور نماز کی تلقین: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اور ایمان داروں کو حکم دے رہا ہے کہ ''وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اسے اوروں کو بھی سنائیں اور نمازوں کی نگہبانی کریں اور پابندی سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز انسان کو ناشائستہ کاموں اور نالائق حرکتوں سے باز رکھتی ہے۔'' نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جس نمازی کی نماز نے اسے گناہوں اور سیاہ کاریوں سے باز نہ رکھا۔ وہ اللہ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔'' ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''جسے اس کی نماز بے جا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی'' (1) اور روایت میں ہے کہ ''وہ اللہ سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا'' (2) ایک موقوف روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''جو نمازی بھلے کاموں میں مشغول اور برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو۔ سمجھ لو کہ اس کی نماز اسے اللہ سے اور دور کرتی جا رہی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''جو نماز کی بات نہ مانے' اس کی نماز نہیں'' نماز بے حیائی سے اور بدفعلیوں سے روکتی ہے' اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان بے ہودہ کاموں سے نمازی رک جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا کہ اے شعیب علیہ السلام! کیا تمہیں تمہاری نماز حکم کرتی ہے؟ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ''ہاں اللہ کی قسم نماز حکم بھی کرتی ہے اور منع بھی کرتی ہے'' (3) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے' تو آپ نے فرمایا ''نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے''۔ میری تحقیق میں اوپر جو مرفوع روایت بیان ہوئی اس کا بھی موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ حضور ﷺ! فلاں شخص نماز پڑھتا ہے لیکن چوری نہیں چھوڑتا آپ نے فرمایا عنقریب اس کی نماز اس کی یہ برائی چھڑا دے گی۔ (4) چونکہ نماز ذکر اللہ کا نام ہے اسی لئے اس کے بعد ہی

---

(1) [ضعیف و منقطع : اس میں انقطاع ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف : الدرالمنثور للسیوطی (٢٧٩/٥) طبرانی کبیر (١١٠٢٥) مجمع الزوائد (١٣٤/١)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

(3) [ضعیف و منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٧٧٨٤)] اس کی سند میں جویبر راوی ضعیف ہے۔]

(4) [صحیح : مسند احمد (٤٤٧/٢) مسند بزار (٧٢١) مجمع الزوائد (٢٥٨/٢)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٩٧٧٨)]

فرمایا اللہ کی یاد بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام باتوں سے اور تمہارے کل کاموں سے باخبر ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”نماز میں تین چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نماز نماز نہیں۔ ① اخلاص وخلوص ② خوف الٰہی ③ ذکر اللہ۔ اخلاص سے تو انسان نیک ہو جاتا ہے۔ اور خوفِ اللہ سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور ذکر اللہ یعنی قرآن اسے بھلائی برائی بتادیتا ہے وہ حکم بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے“ ابن عون انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”جب تو نماز میں ہو تو نیکی میں ہے اور نماز تجھے فحش اور منکر سے بچائے ہوئے ہے۔ اور اس میں جو کچھ تو ذکر اللہ کر رہا ہے وہ تیرے لئے بڑے ہی فائدے کی چیز ہے“ حماد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ”کم سے کم حالت نماز میں تو تو برائیوں سے بچا رہے گا۔ ایک راوی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے کہ جو بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے“ اس نے کہا ہمارے ہاں جو صاحب ہیں وہ تو کہتے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تم اللہ کا ذکر کرو گے تو وہ تمہاری یاد کرے گا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ [1] تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔ اسے سن کر آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا یعنی دونوں مطلب درست ہیں۔ یہ بھی اور وہ بھی، اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہ رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا کہ اس جملے کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے مراد نماز میں ﴿سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ وغیرہ کہنا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے عجیب بات کہی یہ یوں نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حکم کے اور منع کے وقت اللہ کا تمہیں یاد کرنا، تمہارے ذکر اللہ سے بہت بڑا بہت اور اہم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو درداء، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور اسی کو امام ابن جریر رحمہ اللہ پسند فرماتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوٓا
اٰمَنَّا بِالَّذِيٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے مناظرے کرو مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے بے انصاف ہیں اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر نازل ہوئی ہے ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں ○

غیر مسلموں کو دلائل کے ذریعے قائل کرنا: حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے حکم کی آیت کے ساتھ منسوخ ہے۔ اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا لڑائی لڑیں۔ لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم باقی ہے۔ جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اور اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے کیا عجب کہ وہ راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے

[1] [البقرہ: ۱۷۳]

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ ① الخ' اپنے رب کی راہ کی دعوت' حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دو' حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے کہ ﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴾ ② یعنی اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس کا دل پگھل جائے۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اور حضرت ابن زید رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ہاں ان میں سے جو ظلم پر اڑ جائیں اور ضد اور تعصب برتیں حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ پھر مناظرے مباحثے بے سود ہیں پھر تو جدال وقتال کا حکم ہے۔ جیسے جناب باری عز اسمہ' کا ارشاد ہے ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ③ الخ' ہم نے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب ومیزان نازل فرمائی تاکہ لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام ہو سکے۔ اور ہم نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے جس میں سخت لڑائی ہے۔ پس حکم اللہ یہ ہے کہ بھلائی سے اور نرمی سے جو نہ مانے اس پر پھر سختی کی جائے۔ جو لڑے اسی سے لڑا جائے ہاں یہ اور بات ہے کہ ماتحتی میں رہ کر جزیہ ادا کرے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کے کھرے کھوٹے ہونے کا تمہیں یقینی علم نہ ہو تو اس کی تکذیب کی طرف قدم نہ بڑھاؤ اور نہ بے تامل تصدیق کر دیا کرو ممکن ہے کسی امر حق کو تم جھٹلا دو' اور ممکن ہے کسی باطل کی تم تصدیق کر بیٹھو۔ پس شرطیہ تصدیق کرو یعنی کہہ دو کہ ہمارا اللہ کی ہر بات پر ایمان ہے اگر تمہاری پیش کردہ چیز اللہ کی نازل کردہ ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر تم نے تبدیل وتحریف کر دی ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تم انہیں سچا کہو نہ جھوٹا بلکہ تم ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ ﴾ سے آخر آیت تک پڑھ دیا کرو۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کیا یہ جنازے بولتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو علم ہے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ یقیناً بولتے ہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اہل کتاب جب تم سے کوئی بات بیان کریں تو تم نہ ان کی تصدیق کرو نہ جھٹلاؤ بلکہ کہہ دو کہ ہمارا اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو تم کسی جھوٹ کو سچا کہہ دو یا کسی سچ کو جھوٹ بتا دو۔ ⑤ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ان اہل کتاب کی اکثر بیشتر باتیں تو غلط اور جھوٹ ہی ہوتی ہیں۔ عموماً بہتان وافتراء ہوتا ہے۔ ان میں تحریف وتبدیل' تغیر وتاویل رواج پا چکی ہے۔ اور صداقت ایسی رہ گئی کہ گویا کچھ بھی نہیں پھر ایک بات اور بھی ہے کہ بالفرض سچ بھی ہو تو ہمیں کیا فائدہ؟ ہمارے پاس تو اللہ کی تازہ اور کامل کتاب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل کتاب سے تم

---

① [النحل : ١٢٥] ② [طه : ٤٤]

③ [سورۃ الحدید: آیت ٢٥]

④ **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی قولوا امنا بالله و ما انزل الینا (٤٤٨٥)]

⑤ **[حسن** : مسند احمد (١٣٦/٤) ابو داؤد : کتاب العلم : باب روایة حدیث اهل الکتاب (٣٦٤٤) طبرانی کبیر (٣٥١/٢٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٧٢٢٥)]

کچھ بھی نہ پوچھو۔ وہ خود جب کہ گمراہ ہیں تو تمہاری تصحیح کیا کریں گے؟ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ان کی کسی سچی بات کو تم جھوٹا کہہ دو۔ یا ان کی کسی جھوٹی بات کو تم سچ کہہ دو۔ یاد رکھو ہر اہل کتاب کے دل میں اپنے دین کا ایک تعصب ہے۔ جیسے کہ مال کی خواہش ہے۔ (ابن جریر) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے سوالات کیوں کرتے ہو؟ تم پر تو اللہ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے۔ جو بالکل خالص ہے جس میں باطل نہ ملا جلا نہ مل جل سکے۔ تم سے تو خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اہل کتاب نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا۔ اللہ کی کتاب میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ کی کتاب کہنے لگے اور دنیوی نفع حاصل کرنے لگے۔ کیوں بھلا تمہارے پاس جو علم اللہ ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ اگر ان سے دریافت کرو دیکھو تو کس قدر ستم ہے کہ ان میں سے تو ایک بھی تم سے کبھی کچھ نہ پوچھے اور تم ان سے دریافت کرتے پھرو؟ [1] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قریش کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ دیکھو ان تمام اہل کتاب میں اور ان کی باتیں بیان کرنے والوں میں سب سے اچھے اور سچے حضرت کعب بن احبار ہیں لیکن باوجود اس کے بھی ان کی باتوں میں بھی ہم کبھی کبھی جھوٹ پاتے ہیں۔ [2] اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عمداً جھوٹ بولتے ہیں بلکہ جن کتابوں پر انہیں اعتماد ہے وہ خود گیلی سوکھی سب جمع کر لیتے ہیں ان میں خود سچ جھوٹ صحیح غلط بھرا پڑا ہے۔ ان میں مضبوط ذی علم حافظوں کی جماعت تھی ہی نہیں۔ یہ تو اسی امت مرحومہ پر اللہ کا فضل ہے کہ اس میں بہترین دل و دماغ والے اور اعلیٰ فہم و ذکاوالے اور عمدہ حفظ و اتقان والے لوگ اللہ نے پیدا کر دیئے ہیں لیکن پھر بھی آپ دیکھئے کہ کس قدر موضوعات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے؟ اور کس طرح لوگوں نے باتیں گھڑ لیں ہیں۔ گو محدثین نے اس باطل کو حق سے بالکل جدا کر دیا۔ فالحمدللہ۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝

ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے پس جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے بھی بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں ○ اس سے پہلے تو تو کوئی کتاب پڑھتا نہ تھا اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے ○ بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر بجز ستم گروں کے اور کوئی نہیں ○

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: باب قول النبی لا تسئلوا اهل الکتاب عن شیء (۷۳۶۳)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام باب قول النبی لاتسئلو اهل الکتاب عن شیء (۷۳۶۱)]

آیات اہل علم کے سینوں میں: فرمان ہے کہ جیسے ہم نے اگلے انبیاء علیہم السلام پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن شریف ہم نے اے ہمارے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر نازل فرمایا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ہماری کتاب کی قدر کی اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیا وہ جہاں اپنی کتابوں پر ایمان لائے اس پاک کتاب کو بھی مانتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اور ان لوگوں یعنی قریش وغیرہ میں سے بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہاں جو لوگ باطل سے حق کو چھپانے والے اور سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں وہ تو اس کے بھی منکر ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم ان میں مدت العمر تک رہ چکے ہو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ان میں گزار چکے ہو انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔ ساری قوم اور سارا ملک بخوبی علم رکھتا ہے کہ آپ محض اُمی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ پھر آج جو آپ ایک انوکھی فصیح و بلیغ اور پرازحکمت کتاب پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ اس حالت میں ایک حرف پڑھے ہوئے نہیں خود تصنیف وتالیف کر نہیں سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی صفت اگلی کتابوں میں تھی جیسے قراءت ناقل ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ﴾ [1] الخ، یعنی جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول و نبی اُمی کی جس کی صفات وہ اپنی کتاب تورات وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو انہیں نیکیوں کا حکم کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اللہ کے معصوم نبی ہمیشہ لکھنے سے دور ہی رکھے گئے۔ ایک سطر کیا معنی، ایک حرف بھی لکھنا آپ کو نہ آتا تھا۔ آپ نے کاتب مقرر کر لئے جو وحی اللہ کو لکھ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط وکتابت بھی وہی کرتے تھے پچھلے فقہاء میں سے قاضی ابوالولید باجی وغیرہ نے کہا کہ حدیبیہ والے دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلح نامے میں لکھا تھا کہ ((هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ)) یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا۔ لیکن یہ قول درست نہیں۔ یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری شریف کی اس روایت سے ہوا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ((ثُمَّ اَخَذَ فَكَتَبَ)) یعنی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ لے کر لکھا۔ [2] لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا۔ جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے ((ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ)) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا۔ مشرق ومغرب کے تمام علماء کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی رحمہ اللہ وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ صلح نامہ پر لکھ لینا آپ کا ایک معجزہ تھا۔ جیسے

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷]

[2] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان (۲۶۹۸۔ ۲۶۹۹)]

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اور ایک روایت میں ہے ''ک ف ر'' لکھا ہوا ہوگا۔ جسے ہر مومن پڑھ لے گا [1] یعنی اگرچہ ان پڑھ ہو تب بھی اسے پڑھ لے گا۔ یہ مومن کی ایک کرامت ہوگی اسی طرح یہ فقرہ لکھ لینا اللہ کے نبی ﷺ کا معجزہ تھا یہ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لکھنا جانتے تھے یا آپ نے سیکھا تھا۔ بعض لوگ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا انتقال نہ ہوا جب تک کہ آپ نے لکھنا نہ سیکھ لیا۔ یہ روایت بالکل ضعیف ہے بلکہ محض بے اصل ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھئے کس قدر تاکید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پڑھا ہوا ہونے کا انکار کرتی ہے اور کتنی سختی کے ساتھ پرزور الفاظ میں اس کا بھی انکار کرتی ہے کہ آپ لکھنا جانتے ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے یہ باعتبار غالب کے کہہ دیا ہے ورنہ لکھا تو دائیں ہاتھ سے ہی جاتا ہے اسی طرح ﴿وَلَا طَـٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ [2] میں ہے کیونکہ ہر پرندہ اپنے پروں سے ہی اڑتا ہے۔ پس حضور ﷺ کا ان پڑھ ہونا بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر پڑھے لکھے ہوتے تو یہ باطل پرست آپ کی نسبت شک کرنے کی گنجائش پاتے کہ سابقہ انبیاء کی کتابوں سے پڑھ لکھ کر نقل کر لیتا ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں۔ تعجب ہے کہ باوجود ایسا نہ ہونے کے پھر بھی یہ لوگ رسول ﷺ پر الزام لگاتے ہیں او رکہتے ہیں کہ یہ گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ لیا ہے وہی اس کے سامنے صبح وشام پڑھی جاتی ہیں۔ [3] باوجودیکہ خود جانتے ہیں کہ ہمارے رسول پڑھے لکھے نہیں۔

ان کے قول کے جواب میں جناب باری عزاسمہٗ نے فرمایا انہیں جواب دو کہ اسے اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو زمین وآسمان کی پوشیدگیوں کو جانتا ہے۔ [4] یہاں فرمایا بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ خود آیات واضح صاف اور سلجھے ہوئے الفاظ میں ہیں۔ پھر علماء پر ان کا سمجھنا یاد کرنا پہنچانا سب آسان ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [5] یعنی ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے بالکل آسان بنا دیا ہے پس کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز دی گئی جس کے باعث لوگ ان پر ایمان لائے مجھے ایسی چیز وحی اللہ دی گئی ہے جو اللہ نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو مجھے ذات اللہ سے امید ہے کہ تمام نبیوں کے تابعداروں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔ [6] صحیح مسلم کی حدیث میں فرمان باری ہے کہ اے نبی ﷺ! میں تمہیں آزماؤں گا اور تمہاری وجہ سے لوگوں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال (۷۱۳۱)، (۷۴۰۸) صحیح مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال وصفة وما معه (۲۹۳۳۔۲۹۳۴) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جآء فی قتل عیسی ابن مریم الدجال (۲۲۴۵) مسند احمد (۳/۱۷۳)]

[2] [سورة الانعام: آیت ۳۸]

[3] [سورة الفرقان: آیت ۵]

[4] [سورة الفرقان: آیت ٦]

[5] [سورة القمر: آیت ۱۷]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحی و اول ما نزل (۴۹۸۱)، (۷۲۷۴) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب ایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲۔۲۳۹)]

کی بھی آزمائش کرلوں گا۔ میں تم پرایسی کتاب نازل فرماؤں گا جسے پانی دھونہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔[1] مطلب یہ ہے کہ گو اس کے حروف پانی سے دھوئے جائیں لیکن وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں جلائے گی[2] اس لئے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہے۔ زبانوں پر آسان ہے دلوں میں موجود ہے اور اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتابوں میں اس امت کی ایک صفت یہ بھی مروی ہے کہ ﴿اَنَا جِیْلُهُمْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ﴾ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسے پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں بلکہ اس کا علم کہ تو اس کتاب سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا یہ آیات بینات اہل کتاب کے ذی علم لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں۔ قتادہ اور ابن جریج رحمہما اللہ سے بھی یہی منقول ہے اور پہلا قول حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے اور یہی بہ روایت عوفی رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری آیتوں کا جھٹلانا قبول نہ کرنا یہ حد سے گزر جانے والوں اور ضدی لوگوں کا ہی کام ہے جو حق ناحق کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آجائیں۔ یہاں تک کہ وہ المناک عذاب کا مشاہدہ کرلیں۔[3]

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ
اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي ع
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۵۲

کہتے ہیں کہ اس پر کچھ نشانات اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے' تو کہہ دے کہ نشانات تو سب اللہ کے پاس ہیں' میری حیثیت تو صرف کھلم کھلا آگاہ کردینے والے کی ہے ○ کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں ○ کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے' وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے' جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں ○

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار (٢٨٦٥_٦٣)]

[2] [حسن: مسند احمد (١٥٥/٤) مسند ابو یعلی (١٧٤٥) مسند دارمی (٣١٩٢) طبرانی (٣٠٨/٧)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغیر (٥٢٨٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٧٤٢٠)]

[3] [یونس: ٩٦_٩٧]

پیغمبر ﷺ سے نشانی کا مطالبہ: کافروں کی ضد، تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں معجزے اور نشانات دکھانا میرے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزہ دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنا رہے ہو تو وہ اللہ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہو جائے تم جو مانگو وہ کر ہی دکھائے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں سوائے اس کے گزشتہ لوگ بھی برابر انکار ہی کرتے رہے۔ قوم ثمود کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جوان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھایا۔ (۱) کہہ دو کہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں، پیغامبر ہوں، قاصد ہوں، میرا کام تمہارے کانوں تک آواز اللہ کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا۔ نیک بد سمجھا دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک اور جگہ ہے، تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ کا کام ہے اور اس کی چاہت پر موقوف ہے۔ (۲) بھلا اس فضول گوئی کو تو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے پاس کسی طرف سے باطل پھٹک نہیں سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے۔ پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورت کا معارضہ بھی چیلنج کے باوجود نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور اتنا بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں؟ جو اور معجزہ طلب کر بیٹھے ہیں۔ یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی ہے اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض اُمی ہے۔ جس نے کسی سے الف با بھی نہیں پڑھا جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا۔ اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے گزشتہ کتابوں کی بھی صحت و عدم صحت معلوم ہوتی ہے جس کے الفاظ میں حلاوت، جس کی نظم میں ملاحت، جس کے انداز میں فصاحت، جس کے بیان میں بلاغت، جس کا طرز دلربا، جس کا سیاق دلچسپ جس میں دنیا بھر کی خوبیاں موجود۔ خود بنی اسرائیل کے علماء بھی اس کی تصدیق پر مجبور، اگلی کتابیں جس پر شاہد۔ بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل و عامل۔ اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزہ کی طلب محض بدنیتی اور گریز ہے۔ پھر فرماتا ہے اس میں ایمان والوں کے لئے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو برباد کرنے والا ہے گزشتہ لوگوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقعہ دیتا ہے۔ گنہگاروں کا انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب و سرکشی کو اور میری سچائی و خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا وہ ایسے لوگوں کو بغیر انتقام نہیں چھوڑتا۔ جیسے خود اس کا فرمان ہے

---

(۱) بنی اسرائیل: ۵۹] (۲) [البقرہ: ۲۷۲]

کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جاں کاٹ دیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ [1] چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں اسی لئے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے اور اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں باطل کو ماننے والے اور اللہ کو نہ ماننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں دنیا میں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ بھلا اللہ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

یہ لوگ تجھ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آ پہنچتے یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچیں گے ○ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں تسلی رکھیں جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے ○ اس دن ان کے اوپر تلے سے انہیں عذاب ڈھانپ رہے ہوں گے اور ہم کہہ رہے ہوں گے کہ اب اپنے بداعمال کا مزہ چکھو ○

کفار کے لیے عذاب اور مومنوں کے لیے جنت: مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الٰہی طلب کرنا بیان ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کے نبی سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے کہ جناب باری اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب کر۔ [2] یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العالمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہوں گے اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ ان کی بے خبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحر اخضر ہے ستارے اسی میں جھڑیں گے اور سورج چاند اسی میں بے نور کر کے ڈال دیئے جائیں گے۔ اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔ مسند احمد میں مرفوع حدیث ہے کہ سمندر ہی جہنم ہے راوی حدیث حضرت یعلی سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ یعنی وہ آگ جسے قناتیں

---

[1] [سورۃ الحاقہ: آیت ٤٤-٤٧] [2] [الانفال: ٣٢]

گھیرے ہوئے ہیں تو فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں یعلی کی جان ہے کہ میں اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گا۔ جب تک کہ اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے گا یہاں تک کہ میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں۔ یہ تفسیر بھی بہت غریب ہے اور یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔ (1) واللہ اعلم

پھر فرماتا ہے کہ اس دن انہیں نیچے سے آگ ڈھانک لے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ (2) ان کے لئے جہنم ہی اوڑھنا بچھونا ہے اور آیت میں ہے ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ (3) یعنی ان کے اوپر نیچے سے آگ ہی کا فرش وسائبان ہوگا۔ اور مقام پر ارشاد ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ﴾ (4) الخ، یعنی کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیں جب کہ نہ یہ اپنے آگے سے آگ کو ہٹا سکیں گے نہ پیچھے سے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوگیا کہ ہر طرف سے ان کفار کو آگ کھا رہی ہوگی آگے پیچھے سے، اوپر نیچے سے، دائیں بائیں سے۔ تو اس پر اللہ عالم کی ڈانٹ ڈپٹ اور مصیبت ہوگی۔ ادھر ہر وقت کہا جائے گا لو اب عذاب کے مزے چکھو پس ایک تو وہ ظاہری جسمانی عذاب دوسرا یہ باطنی روحانی عذاب اسی کا ذکر آیت ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ﴾ (5) الخ، اور آیت ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ﴾ (6) الخ، میں ہے یعنی جب کہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ جس دن انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب جہنم میں چلے جاؤ اب تمہارا صبر کرنا یا نہ کرنا یکساں ہیں۔ تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ ضرور بھگتنا ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ
ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قف ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا
وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرتے رہو ○ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم قطعاً جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے ○ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ○ بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان سب کو اور

---

(1) [الاعراف: ٤١] (2) [الزمر: ١٦] (3) [الانبیاء: ٣٩]
(4) [غافر: ٧١] (5) [الطور: ١٣-١٦]

ہجرت کا حکم: اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ایمان والوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ دین کو قائم نہ رکھ سکتے ہوں وہاں سے اس جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین میں انہیں آزادی رہے اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے جہاں وہ فرمان اللہ کے ماتحت اللہ کی عبادت وتوحید بجالاسکیں وہاں چلے جائیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمام شہر اللہ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پا سکتا ہو وہیں قیام کر (1) چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب مکہ مکرمہ کی رہائش مشکل ہوگئی تو ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تا کہ امن وامان کے ساتھ اللہ کے دین پر قیام رہ سکیں وہاں کے سمجھدار، دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ نے ان کی پوری تائید ونصرت کی اور وہاں بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔ پھر اس کے بعد باجازت الٰہی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور خود آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بعدازاں فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرنے والا اور میرے سامنے حاضر ہونے والا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو موت کے پنجے سے نجات نہیں پا سکتے پس تمہیں زندگی بھر اللہ کی اطاعت میں اور اس کے راضی کرنے میں رہنا چاہئے تا کہ مرنے کے بعد اللہ کے ہاں جا کر عذاب میں نہ پھنسو۔ ایمان دار نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند و بالا منزلوں میں پہنچائے گا۔ جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ کہیں صاف شفاف پانی کی، کہیں شراب طہور کی، کہیں شہد کی، کہیں دودھ کی، یہ چشمے خود بخود جہاں جتنے چاہیں بہنے لگیں گے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ ہٹائے جائیں گے نہ وہ نعمتیں ختم ہوں گی نہ ان میں گھاٹا آئے گا۔ مومنوں کے نیک اعمال پر جنتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔ جنہوں نے اپنے سچے دین پر صبر کیا اور اللہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے دشمنوں کو ترک کیا اور اپنے اقرباء اور اپنے گھر والوں کو راہ اللہ میں چھوڑا اور اس کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی امید پر دنیا کے عیش وعشرت پر لات مار دی۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنائے ہیں جو کھانا کھلائیں خوش کلام نرم گو ہوں روزے نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ یہ نمازیں پڑھتے ہوں اور اپنے کل احوال میں دینی ہو یا دنیوی اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں۔ (2) پھر فرمایا کہ رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقسیم کیا ہوا رزق عام ہے اور ہر جگہ جو جہاں ہو اسے وہیں پہنچ جاتا ہے۔ مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہوگئے اور بادشاہ بن گئے فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو اپنے رزق کے جمع

---

(1) [**ضعیف** : مسند احمد (۱/۱٦٦)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں (راویوں کی) ایک جماعت کو میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد (۷۲/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں تین راوی مجہول ہیں؛ جبیر بن عمرو قرشی، ابوسعد انصاری اور ابویحییٰ مولی آل الزبیر۔ [الموسوعة الحديثية (۱٤۲۰)]

(2) [**حسن** : مسند احمد (۵/۳٤۳) طبرانی کبیر (۳٤٦٦)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲/۲۵٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۹۰۵)]

کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اللہ کے ذمے ان کی روزیاں ہیں۔ پروردگار انہیں ان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں پرندوں کو آسمان وزمین کے خلا میں مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے جیسے فرمایا ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ ﴾ [1] الخ، یعنی کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہ ہو وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا آپ مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں گئے اور گری پڑی ردی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کے کھانے لگے۔ مجھ سے بھی کھانے کو فرمایا۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے تو یہ ردی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ ملا ہی نہیں۔ سنو! اگر میں چاہتا تو اللہ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر وکسریٰ کا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہوگا جو سال سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودہ ہو جائے گا۔ ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے کہ جو آیت ﴿ وَكَاَيِّنْ ﴾ الخ، نازل ہوئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرے اور اس سے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ باقی رہنے والی حیات تو اللہ کے ہاتھ ہے۔ دیکھو میں نہ تو دینار درہم جمع کروں نہ کل کے لئے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔ [2] یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی ابوالعطوف جزری ضعیف ہے۔ یہ مشہور ہے کہ کوے کے بچے جب نکلتے ہیں تو انکے پر و بال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد ان کے پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ کھلاتے ہیں ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سفر کرو تاکہ صحت اور روزی پاؤ [3] اور حدیث میں ہے "سفر کرو تاکہ صحت وغنیمت ملے۔ اور حدیث میں ہے سفر کرو نفع اٹھاؤ گے

---

[1] [سورہ ھود: آیت ٦]

[2] [ضعیف: بغوی فی التفسیر (٢٥٣/٦) الواحدی فی اسباب النزول (٦٧٣) تفسیر فتح القدر للشوکانی (٢١٣/٤)]

[3] [ضعیف: بیھقی فی السنن الکبری (١٠٢/٧) الخطیب فی تاریخ بغداد (٣٨٧/١٠) ابن عدی فی الکامل (١٩٠/٦) مجمع الزوائد (٥٢٨١)] اس کی ایک سند میں قاسم انصاری اور دوسری میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث منکر ہے۔ [العلل (٣٠٦/٢)]

روزے رکھو تندرست رہو گے جہاد کرو غنیمت ملے گی۔" [1] ایک اور روایت میں ہے جد والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ [2] پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان وزمین کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ، پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں ○ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے ○ اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دینے والا کون ہے؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ۔ اقرار کر کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ ہاں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ○

معبودِ برحق صرف اللہ کیونکہ خالق و مالک ورازق بھی وہی: اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا' سورج چاند کو مسخر کرنے والا' دن رات کو پے درپے لانے والا' خالق رازق موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا کے لائق کون ہے اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے قرآن کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے اس لئے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تو تھے ہی انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج وعمرہ میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ کے لاشریک ہونے کا اقرار کرتے تھے کہتے تھے ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ)) یعنی یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی

---

[1] [**ضعیف**: مسند احمد (۲/ ۳۸۰) طبرانی اوسط (۱/ ۲۲۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ غماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابن لہیعہ اور دراج دونوں ضعیف ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**موقوف**: الدیلمی فی مسند الفردوس (۳۳۸۷)]

شریک نہیں مگر ایسے شریک جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔ (1)

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ
فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۪ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے اگر یہ جانتے ہوں ○ یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تب تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں ○ ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکرتے ہیں۔ اور برتتے رہیں ابھی ابھی پتہ چل جائے گا ○

دنیا کی حقارت و بے ثباتی: دنیا کی حقارت وذلت اس کے زوال وفنا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اسے کوئی دوام نہیں اس کا کوئی ثبات نہیں یہ تو صرف لہو ولعب ہے۔ البتہ دار آخرت کی زندگی دوام وبقا کی زندگی ہے وہ زوال وفنا سے قلت وذلت سے دور ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا تو اس بقا والی چیز پر اس فانی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین بے کسی اور بے بسی کے وقت تو اللہ وحدہ لا شریک لہٗ کو ہی پکارنے لگتے ہیں۔ پھر مصیبت کے ہٹ جانے اور مشکل کے ٹل جانے کے بعد اس کے ساتھ دوسروں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ (2) الخ، یعنی جب سمندر میں مشکل میں پھنستے ہیں اس وقت اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہیں اور جب وہاں سے نجات پا کر خشکی میں آ جاتے ہیں تو فوراً ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ ہی کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا سنو اللہ کی قسم! اگر سمندر کی اس بلا سے سوائے اللہ کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میری خطاؤں سے درگزر فرما لیں گے اور مجھ پر رحم وکرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی (3) ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ اور ﴿لِيَتَمَتَّعُوْا﴾ میں لام جو ہے اسے لام عاقبت کہتے ہیں اس لئے کہ ان کا

---

(1) [**صحیح**: صحيح مسلم : كتاب الحج : باب التلبية وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

(2) [سورة بنی اسرائيل: آيت ٦٧]

(3) [**ضعیف**: سيرة ابن اسحاق ، حاكم (٢٤١/٣)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف وموضوع کہتے ہیں۔]

قصد دراصل یہ نہیں ہوتا اور فی الواقع ان کی طرف نظریں ڈالنے سے بات بھی یہی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نسبت سے تو یہ لام تعلیل ہے۔ اس کی پوری تقریر ہم آیت ﴿لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا﴾ [1] میں کر چکے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

رکوع

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو با امن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں پر احسان نہیں مانتے؟ ○ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرے اور جب حق اس کے پاس آ جائے وہ اسے ناحق بتلائے' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا ○ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھی ہے ○

قریش کو احسان کی یاد دہانی: اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے اپنے حرم میں انہیں جگہ دی۔ جو شخص اس میں آ جائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال وقتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن وامان سے اپنے دن گزارتے ہیں۔ جیسے سورۂ ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾ [2] الخ' میں بیان فرمایا۔ تو کیا اس اتنی بڑی نعمت کا شکر یہ یہی ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان لانے کے شرک کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں۔ انہیں تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ واحد کی عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے رہیں۔ نبی آخر الزمان ﷺ کے پورے اور سچے طرف دار رہیں۔ لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ کے ساتھ شرک وکفر کرنا اور نبی ﷺ کو جھٹلانا اور ایذاء پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔ اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔

بالآخر اللہ کی نعمتیں ان سے چھننی شروع ہو گئیں۔ بدر کے دن ان کے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ہاتھوں مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل وپست کیا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھے وحی آتی نہ ہو اور کہہ دے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ کی سچی وحی اور حق کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمربستہ رہے۔ ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ راہ اللہ میں مشقت کرنے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ آپ کے اصحاب اور آپ کے تابع فرمان لوگ ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔ فرماتا ہے کہ ہم ان کوشش اور جستجو کرنے والوں کی رہنمائی کریں گے۔ دنیا اور دین میں ان کی رہبری کرتے رہیں گے۔

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۸]   [2] [سورۃ قریش : آیت ۱۔۴]

حضرت ابو احمد عباس ہمدانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اللہ انہیں ان امور میں بھی ہدایت دیتا ہے جو ان کے علم میں نہیں ہوتے ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ سے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں کوئی بات پیدا ہو گو وہ بھلی بات ہوتا ہم اسے اس پر عمل نہ کرنا چاہئے جب تک قرآن وحدیث سے وہ ثابت نہ ہو جب ثابت ہو عمل کرے۔ اور اللہ کی حمد کرے کہ جو اس کے جی میں آیا تھا وہی قرآن حدیث میں بھی نکلا۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احسان اس کا نام ہے جو تیرے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ احسان کرنے والے سے احسان کرنے کا نام احسان نہیں۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة الروم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ (1) غُلِبَتِ الرُّوْمُ (2) فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ (3) فِیْ
بِضْعِ سِنِیْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (4)
بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَاۗءُ ۭ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (5) وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (6) یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ښ وَھُمْ عَنِ
الْاٰخِرَةِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ (7)

رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع

الٓمٓ ○ رومی مغلوب ہو گئے ہیں ○ نزدیک کی زمین پر اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ○ چند سال میں ہی اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ ہی کا ہے اس روز مسلمان شادمان ہوں گے ○ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اصل غالب اور مہربان وہی ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں ○

رومیوں کو شکست: یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب کہ نیشاپور شاہ فارس بلاد شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آ گیا اور روم کا بادشاہ ہرقل تنگ آ کر قسطنطنیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہرقل کی فتح ہوگئی۔ مفصل بیان آگے آرہا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی اہل فارس بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کہ

ازکم وہ اہل کتاب تو تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا رومی عنقریب پھر غالب آ جائیں گے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط بدل لو اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینار دینا اور اگر تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی وہ مدت پوری ہوگئی اور رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خدمت نبوی میں یہ خبر پہنچائی آپ نے فرمایا تم نے دس سال کی مدت کیوں نہ مقرر کی۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں قران میں مدت کے لئے لفظ ﴿بِضْعٌ﴾ استعمال ہوا ہے اور یہ دس سال سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر ہی رومی پھر غالب آ گئے۔اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔[1]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدر کی لڑائی کے بعد رومی بھی فارسیوں پر غالب آ گئے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں دخان اور لزام اور بطشہ اور شق قمر کا معجزہ اور رومیوں کا غالب آنا۔[2] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرط سات سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ﴿بِضْعٌ﴾ کے کیا معنی تم میں ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ دس سال سے کم۔فرمایا جاؤ پھر مدت میں دو سال بڑھا دو چنانچہ اسی مدت کے اندر اندر رومیوں کے غالب آ جانے کی خبریں عرب میں پہنچ گئیں۔اور مسلمان خوشیاں منانے لگے۔اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔[3]

اور روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر کہا کہ کیا تم اس میں بھی اپنے نبی کو سچا جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔اس پر شرط ٹھہری اور مدت گزر چکی اور رومی غالب نہ آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ رنجیدہ ہوئے اور جناب صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ اللہ اور رسول کی سچائی پر بھروسہ کر کے آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور مدت دس سال مقرر کر لو خواہ چیز بھی بڑھانی پڑے۔آپ گئے مشرکین نے دوبارہ یہی مدت بڑھا کر شرط منظور کر لی۔ابھی دس سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ رومی فارس پر غالب آگئے اور مدائن میں ان کے لشکر پہنچ گئے۔اور رومیہ کی بناء انہوں نے ڈال لی۔حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قریش سے شرط کا مال لیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا اسے صدقہ کر دو۔[4] اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ایسی شرط بد کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔اس میں ہے کہ مدت چھ سال مقرر ہوئی تھی۔اس میں یہ

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورة الروم (۳۱۹۳) مسند احمد (۱/ ۲۷۶) مستدرک حاکم (۲/ ۴۱۰) بیهقی فی دلائل النبوة (۲/ ۳۳۰)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔شیخ البانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب فسوف یکون لزاما (۴۷۶۷) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب الدخان (۲۷۹۸)]

[3] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۸۷۶)]

[4] [ضعیف : ابو یعلی فی المسند الکبیر کما فی المطالب (۵/۹)] اس کی سند میں مؤمل راوی ضعیف ہے۔]

بھی ہے کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے تو بہت سے مشرکین ایمان بھی لے آئے۔ (ترمذی) [1] ایک بہت عجیب وغریب قصہ امام سنید ابن داؤد نے اپنی تفسیر میں وارد کیا ہے کہ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان اور بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ کسریٰ نے ایک مرتبہ اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ میں رومیوں پر ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں اور تیری اولاد میں سے کسی کو اس لشکر کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ اب تم مشورہ دو کہ کسے سردار بناؤں؟ اس نے کہا سنو! میرا ایک لڑکا ہرمز تو لومڑی سے زیادہ مکار اور شکرے سے زیادہ ہوشیار ہے۔ دوسرا لڑکا فرخان تیر جیسا ہے۔ تیسرا لڑکا شہر براز سب سے زیادہ حلیم الطبع ہے۔ اب تم جسے چاہو سرداری دو۔ بادشاہ نے سوچ سمجھ کر شہر براز کو سردار بنایا۔ یہ لشکروں کو لے کر چلا رومیوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آیا۔ ان کے لشکر کاٹ ڈالے ان کے شہر اجاڑ ڈالے۔ ان کے باغات برباد کر دیئے۔ اس سرسبز شاداب ملک کو ویران وغارت کر دیا۔ اذرعات اور بصرہ میں جو عرب کی حدود سے ملتے ہیں ایک زبردست معرکہ ہوا۔ اور وہاں فارسی رومیوں پر غالب آ گئے۔ جس سے قریش خوشیاں منانے لگے اور مسلمان ناخوش ہوئے۔ کفار قریش مسلمانوں کو طعنے دینے لگے کہ دیکھو تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں ہمارے والے تمہارے والوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو ہم بتلا دیں گے کہ تم ان اہل کتاب کی طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھاؤ گے۔ اس پر قرآن کی یہ آیتیں اتریں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین کے پاس آئے اور فرمانے لگے اپنی فتح پر نہ اتراؤ یہ عنقریب شکست سے بدل جائے گی اور ہمارے بھائی اہل کتاب تمہارے بھائیوں پر غالب آئیں گے۔ اس بات کا یقین کر لو اس لئے کہ یہ میری بات نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی ہے۔ یہ سن کر ابی بن خلف کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے ابوفضیل تم جھوٹ کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے دشمن اللہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اچھا میں دس دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا ورنہ تم مجھے دینا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ شرط قبول کر لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ذکر اس کا کیا تو آپ نے کہا میں نے تم سے تین سال کا نہیں کہا تھا ﴿بِضْعٌ﴾ کا لفظ قرآن میں ہے اور وہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ جاؤ اونٹنیاں بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے جب ابی کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا شاید تمہیں پچھتاوا ہوا؟ آپ نے فرمایا سنو! میں تو پہلے سے بھی زیادہ تیار ہو کر آیا ہوں۔ آؤ مدت بھی بڑھا لو اور شرط کا مال بھی زیادہ کر لو۔ چنانچہ ایک سو اونٹ مقرر ہوئے اور نو سال کی مدت ٹھہر گئی اسی مدت میں رومی فارس میں غالب آ گئے اور مسلمان قریش پر چھا گئے۔ رومیوں کے غلبے کا واقعہ یوں ہوا کہ جب فارسی غالب آ گئے تو شہر براز کا بھائی فرخان شراب نوشی کرتے ہوئے کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کسریٰ کے تخت پر آ گیا ہوں اور فارس کا بادشاہ بن گیا ہوں۔ یہ خبر کسریٰ کو بھی پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہر براز کو لکھا کہ میرا یہ خط پاتے ہی اپنے اس بھائی کو قتل کر

---

[1] [**حسن**: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ الروم (۳۱۹۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ شہر براز نے جواب لکھا کہ اے بادشاہ تم اتنی جلدی نہ کرو۔ فرخان جیسا بہادر شیر اور جرأت مند دشمنوں کے جمگھٹے میں گھسنے والا کسی کو تم نہ پاؤ گے بادشاہ نے پھر جواب لکھا کہ اس سے بہت زیادہ بہتر اور شیر دل پہلوان میرے دربار میں ایک سے ایک بہتر موجود ہیں تم اس کا غم نہ کرو اور میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ شہر براز نے پھر جواب لکھا اور دوبارہ بادشاہ کسریٰ کو سمجھایا اس پر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اس نے اعلان کر دیا کہ شہر براز سے میں نے سرداری چھین لی اور اس کی جگہ اس کے بھائی فرخان کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اسی مضمون کا ایک خط لکھ کر قاصد کے ہمراہ شہر براز کو بھیج دیا کہ تم آج سے معزول ہو اور تم عہدہ فرخان کو دے دو۔ ساتھ ہی قاصد نے ایک پوشیدہ خط اور دیا کہ شہر براز جب عہدے سے اتر جائے اور فرخان اس عہدے پر آجائے تو تم اسے میرا یہ فرمان دے دینا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو شہر براز نے خط پڑھتے ہی کہا کہ مجھے بادشاہ کا حکم منظور ہے۔ میں بخوشی اپنا عہدہ فرخان کو دے رہا ہوں۔ چنانچہ وہ تخت سے اتر گیا اور فرخان کو قبضہ دے دیا۔
فرخان جب تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور لشکر نے اس کی اطاعت قبول کر لی تو قاصد نے وہ دوسرا خط فرخان کے سامنے پیش کیا جس میں شہر براز کے قتل کا اور اس کا سر دربار میں بھیجنے کا حکم تھا۔ فرخان نے اسے پڑھ کر شہر براز کو بلایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ شہر براز نے کہا بادشاہ جلدی نہ کر مجھے وصیت تو لکھ لینے دے۔ اس نے منظور کر لیا تو شہر براز نے اپنا دفتر منگوایا اور اس میں سے وہ کاغذات جو شاہ کسریٰ نے فرخان کے قتل کے لئے لکھے تھے وہ سب نکالے اور فرخان کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ دیکھ اتنے سوال وجواب میرے اور بادشاہ کے درمیان تیرے بارے میں ہوئے۔ لیکن میں نے اپنی عقلمندی سے کام لیا اور عجلت نہ کی تو ایک خط دیکھتے ہی میرے قتل پر آمادہ ہو گیا ذرا سوچ لے۔ ان خطوط کو دیکھتے ہی فرخان کی آنکھیں کھل گئیں وہ فوراً تخت سے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی شہر براز کو پھر سے مالک کل بنا دیا۔ شہر براز نے اسی وقت شاہ روم ہرقل کو خط لکھا کہ مجھے تم سے خفیہ ملاقات کرنی ہے اور ایک ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے اسے میں نہ تو کسی قاصد کی معرفت آپ کو کہلوا سکتا ہوں نہ خط میں لکھ سکتا ہوں۔ بلکہ میں آپ ہی آمنے سامنے اس کو پیش کر دوں گا۔ پچاس آدمی اپنے ساتھ لے کر خود آجائیے اور پچاس ہی میرے ساتھ ہوں گے۔
قیصر کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ لیکن احتیاطاً اپنے ساتھ پانچ ہزار سوار لے لئے اور آگے آگے جاسوسوں کو بھیج دیا کہ اگر کوئی ترکیب ہو یا کوئی مکر ہو تو کھل جائے جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ کوئی بات نہیں اور شہر براز تنہا اپنے ساتھ صرف پچاس سواروں کو لے کر آیا ہے اس کے ساتھ اور کوئی نہیں۔ چنانچہ قیصر نے بھی مطمئن ہو کر اپنے سواروں کو لوٹا دیا اور اپنے ساتھ صرف پچاس آدمی رکھ لئے۔ جو جگہ ملاقات کی مقرر ہوئی تھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ایک ریشمی قبہ تھا اس میں جا کر دونوں تنہا بیٹھ گئے۔ پچاس پچاس آدمی الگ چھوڑ دیئے گئے۔ دونوں وہاں بے ہتھیار تھے صرف چھریاں پاس تھیں اور دونوں کی طرف سے ایک ایک ترجمان ساتھ تھا۔ خیمہ میں پہنچ کر شہر براز نے کہا اے شاہ روم یہ بات ہے کہ تمہارے ملک کو ویران کرنے والے اور تمہارے لشکروں کو شکست دینے والے ہم دونوں بھائی ہیں ہم نے اپنی چالاکیوں اور شجاعت سے یہ ملک اپنے قبضہ میں کر لیا

ہے۔ لیکن اب ہمارا بادشاہ کسریٰ ہم سے حسد کرتا اور ہمارا مخالف بن بیٹھا ہے۔ مجھے اس نے میرے بھائی کو قتل کر دینے کا فرمان بھیجا میں نے تو فرمان کو نہ مانا تو اس نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ ہم آپ کے لشکروں میں آ جائیں اور کسریٰ کے لشکروں سے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ قیصر نے یہ بات بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ پھر ان دونوں میں آپس میں اشاروں اور کنایوں سے باتیں ہوئیں جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ترجمان قتل کر دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ یہ راز ان کی وجہ سے کھل جائے کیونکہ جہاں دو کے سوا تیسرے کے کان میں کوئی بات پہنچی تو پھر وہ پھیل جاتی ہے۔ دونوں اس پر اتفاق کر کے کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی چھری سے اپنے ترجمان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کیا اور حدیبیہ والے دن اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہ سیاق عجیب ہے اور یہ خبر غریب ہے۔ [1] اب آیت کے الفاظ کے متعلق سنئے۔ حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں ان کی بحث تو ہم کر ہی چکے ہیں سورۂ بقرہ کی تفسیر کا شروع دیکھ لیجئے۔ رومی سب کے سب عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے بنو اسرائیل کے چچا زاد بھائی ہیں۔ رومیوں کو بنو اصفر بھی کہتے ہیں یہ یونانیوں کے مذہب پر تھے۔ یونانی یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ترکوں کے چچا زاد بھائی ہوتے ہیں' یہ ستارہ پرست تھے ساتوں ستاروں کو مانتے اور پوجتے تھے۔ انہیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قطب شمالی کو قبلہ مانتے تھے۔ دمشق کی بنا انہی کے ہاتھوں پڑی ہے۔ وہیں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بنائی جس کے محراب شمال کی طرف ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی تین سو سال تک رومی اپنے پرانے خیالات پر ہی رہے ان میں سے جو کوئی شام کا اور جزیرے کا بادشاہ ہو جاتا اسے قیصر کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے رومیوں کے بادشاہ قسطنطین بن قسطس نے نصرانی مذہب قبول کیا۔ اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ ہیلانیہ غندقانیہ تھی حران کی رہنے والی۔ پہلے اسی نے نصرانیت قبول کی تھی پھر اس کے کہنے سننے سے اس کے بیٹے نے بھی یہی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ بڑا فلسفی عقلمند اور مکار آدمی تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دراصل دل سے اس مذہب کو نہیں مانا تھا۔ اس کے زمانے میں نصرانی جمع ہو گئے۔ ان میں آپس میں مذہبی چھیڑ چھاڑ اور اختلاف اور مناظرے چھڑ گئے۔ عبداللہ بن اویس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے اور اس قدر انتشار اور تفریق ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ تین سو اٹھارہ پادریوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جو بادشاہ کو دی گئی اور وہ شاہی عقیدہ تسلیم کی گئی۔ اسی کو امانت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جو درحقیقت خیانت صغیرہ ہے۔ یہیں فقہی کتابیں اسی کے زمانے میں لکھی گئیں۔ ان میں حرام حلال کے مسائل بیان کئے گئے اور ان علماء نے دل کھول کر جو چاہا ان میں لکھا۔ جس قدر جی میں آئی کمی یا زیادتی اصل دین مسیح میں کی۔ اور اصل مذہب محرف اور مبدل ہو گیا مشرق کی جانب نمازیں پڑھنے لگے۔ بجائے ہفتہ کے اتوار کے دن کو بڑا دن بنایا۔ صلیب کی پرستش شروع ہو گئی۔ خنزیر کو حلال کر لیا گیا۔ اور بہت سے تہوار ایجاد کر لئے جیسے عید صلیب' عید قدس' عید غطاس وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان علماء کے سلسلے قائم کئے گئے ایک تو بڑا پادری ہوتا تھا پھر اس کے نیچے درجہ

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۸۷۳)]

بدرجہ اور محکمے ہوتے تھے۔ رہبانیت اور ترک دنیا کی بدعت بھی ایجاد کر لی۔ کلیسا اور گرجے بہت سارے بنا لئے گئے۔ اور شہر قسطنطنیہ کی بنا رکھی گئی اور اس بڑے شہر کو اسی بادشاہ کے نام پر نامزد کیا گیا۔ اس بادشاہ نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) گرجے بنائے۔ تین محرابوں سے بیت لحم بنا۔ اس کی ماں نے بھی قمامہ بنایا۔ ان لوگوں کو ملکیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر تھے۔ ان کے بعد یعقوبیہ پھر نسطوریہ۔ یہ سب نسطوریہ کے مقلد تھے۔ پھر ان کے بہت سے گروہ تھے جیسے حدیث میں ہے کہ ان کے بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے۔ ان کی سلطنت برابر چلی آتی تھی ایک کے بعد ایک قیصر ہوتا آتا تھا یہاں تک کہ آخر میں قیصر ہرقل ہوا۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ عقلمند تھا' بہت بڑا عالم تھا' دانائی زیرکی' دوراندیشی اور دوربینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سلطنت بہت وسیع کر لی اور مملکت دوردراز تک پھیلا دی اس کے مقابلے میں فارس کا بادشاہ کسریٰ کھڑا ہوا اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس کی سلطنت قیصر سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ یہ مجوسی لوگ تھے' آگ کو پوجتے تھے۔ مندرجہ بالا روایت میں تو ہے کہ اس کا سپہ سالار مقابلہ پر گیا۔

لیکن مشہور بات یہ ہے کہ خود کسریٰ اس کے مقابلے پر گیا۔ قیصر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں گر گیا۔ نصرانی اس کی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے گو کسریٰ لمبی مدت تک محاصرہ کئے پڑا رہا لیکن دارالسلطنت کو فتح نہ کر سکا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس شہر کا نصف حصہ سمندر کی طرف تھا اور نصف خشکی سے ملا ہوا تھا۔ تو شاہ قیصر کو کمک اور رسد تری کے راستے سے برابر پہنچتی رہی آخر میں قیصر ایک چال چلا اس نے کسریٰ کو کہلوا بھیجا کہ آپ جو چاہیں مجھ سے تسلی لے لیجئے اور جن شرائط پر چاہیں مجھ سے صلح کر لیجئے۔ کسریٰ اس پر خوش ہو گیا اور اتنا مال طلب کیا کہ وہ اور یہ مل کر بھی جمع کرنا چاہیں تو جمع ہونا ناممکن تھا۔ قیصر نے اسے بھی قبول کر لیا کیونکہ اس نے اس سے کسریٰ کی بے وقوفی کا پتہ چلا لیا کہ وہ چیز مانگتا ہے جس کا جمع کرنا دنیا کے اختیار سے باہر ہے بلکہ ساری دنیا مل کر اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتی۔ قیصر نے کسریٰ سے کہلوا بھیجا کہ مجھے اجازت ملنی چاہیے کہ میں اپنے ملک شام میں چل پھر کر یہ دولت جمع کر لوں اور آپ کو سونپ دوں۔ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اب شاہ روم نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں ایک ضروری اور اہم کام کے لئے اپنے مخصوص احباب کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اگر ایک سال کے اندر اندر آ جاؤں تو یہ ملک میرا ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ تو آپ ہی ہیں خواہ دس سال تک بھی واپس نہ لوٹیں تو کیا ہوا۔ یہ یہاں سے مختصر سی جانباز جماعت لے کر چپ چاپ چل کھڑا ہوا۔ پوشیدہ راستوں سے نہایت ہوشیاری' احتیاط اور چالاکی سے بہت جلد فارس کے شہروں تک پہنچ گیا اور یکا یک دھاوا بول دیا چونکہ یہاں کی فوجیں تو روم پہنچ چکی تھیں عوام کہاں تک مقابلہ کرتے۔ اس نے قتل عام شروع کر دیا۔ جو سامنے آیا تلوار کے کام آیا یونہی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مدائن پہنچ گیا جو کسریٰ کی سلطنت کی کرسی تھی وہاں کی محافظ فوج پر بھی غالب آیا۔ انہیں بھی قتل کر دیا اور چاروں طرف سے مال جمع کیا۔ ان کی تمام عورتوں کو قید کر لیا اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا۔ کسریٰ کے لڑکے کو زندہ گرفتار کیا اور اس

کے محل سرائے کی عورتوں کو زندہ گرفتار کیا۔ اس کی درباردار عورتیں وغیرہ بھی پکڑ لی گئیں اس کے لشکر کا سر منڈوا کر گدھے پر بٹھا کر عورتوں سمیت کسریٰ کی طرف بھیجا کہ لیجئے جو مال اور عورتیں اور غلام آپ نے مانگے تھے وہ حاضر ہیں۔ جب یہ قافلہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو کسریٰ کو سخت صدمہ ہوا۔

یہ ابھی تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور قیصر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پاس اس کا کل خاندان اور ساری حرم سرا اس ذلت کی حالت میں پہنچی۔ یہ سخت غضبناک ہوا اور شہر پر زبردست حملہ کر دیا لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب یہ نہر جیحون کی طرف چلا کہ قیصر کو وہاں روک لے کیونکہ قیصر کا فارس سے قسطنطنیہ آنے کا راستہ یہی تھا۔

قیصر نے اسے سن کر پہلے سے بھی زبردست حیلہ کیا یعنی اس نے اپنے لشکر کو تو دریا کے اس دہانے کے پاس چھوڑا اور خود تھوڑے سے آدمی لے کر سوار ہو کر پانی کے بہاؤ کی طرف چل دیا کوئی ایک دن رات کا راستہ چلنے کے بعد اپنے ساتھ جو کٹی چارہ لید گوبر وغیرہ لے گیا تھا اسے پانی میں بہا دیا۔ یہ چیزیں پانی میں بہتی ہوئی کسریٰ کے لشکر کے پاس سے گزریں تو وہ سمجھ گئے کہ قیصر یہاں سے گزر گیا ہے۔ یہ اس کے لشکر کے جانوروں کے آثار ہیں۔ اب قیصر واپس اپنے لشکر میں پہنچ گیا ادھر کسریٰ اس کی تلاش میں آگے گیا۔ قیصر اپنے لشکروں سمیت جیحون کا دہانہ عبور کر کے راستہ بدل کر قسطنطنیہ پہنچ گیا جس دن یہ اپنے دارالسلطنت میں پہنچا نصرانیوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ کسریٰ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس کا عجب حال ہوا کہ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن نہ تو روم ہی فتح ہوا اور نہ فارس ہی رہا رومی غالب آ گئے۔ فارس کی عورتیں اور وہاں کا مال ان کے قبضے میں آئے۔ یہ کل امور نو سال میں ہوئے اور رومیوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت فارسیوں سے دوبارہ لے لی اور مغلوب ہو کر غالب آ گئے۔ اذرعات اور بصریٰ کے معرکے میں اہل فارس غالب آ گئے تھے اور یہ ملک شام کا وہ حصہ تھا جو حجاز سے ملتا تھا یہ بھی قول ہے کہ یہ ہزیمت جزیرہ میں ہوئی تھی جو رومیوں کی سرحد کا مقام ہے اور فارس سے ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔

قرآن کریم میں جو لفظ ﴿بِضْعِ﴾ کا ہے اور اس کا اطلاق بھی نو تک ہوتا ہے۔ اور یہی تفسیر اس لفظ کی ترمذی اور ابن جریر والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں احتیاطاً دس سال تک رکھنے چاہیے تھے کیونکہ ﴿بضع﴾ کے لفظ کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے۔ [1] اس کے بعد "قبل" اور "بعد" پر پیش اضافت کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد حکم اللہ ہی کا ہے اس دن جب کہ روم فارس پر غالب آ جائے گا مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ بدر کی لڑائی والے دن رومی فارسیوں پر

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الروم (۳۱۹۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۷۸۶۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

غالب آ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سدی، ثوری اور ابوسعید رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں [1] ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ غلبہ حدیبیہ والے سال ہوا تھا۔ عکرمہ، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ بعض نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر روم نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے فارس پر غالب کرے گا تو وہ اس کے شکریہ میں پاپیادہ بیت المقدس تک جائے گا چنانچہ اس نے اپنی نذر پوری کی اور بیت المقدس پہنچا۔ یہ یہیں تھا کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا جو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معرفت بصریٰ کے گورنر کو بھیجا تھا اور اس نے اسے ہرقل کو پہنچایا تھا۔ ہرقل نے نامہ نبی پاتے ہی شام میں جو حجازی عرب تھے انہیں اپنے پاس بلوایا۔ ان میں ابوسفیان صخر بن حرب اموی بھی تھا اور دوسرے بھی قریش کے ذی عزت بڑے بڑے لوگ تھے اس نے ان سب کو اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا کہ تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ بادشاہ نے انہیں آگے بٹھا لیا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ دیکھو میں اس شخص سے چند سوالات کروں گا اگر یہ کسی بات کا غلط جواب دے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ لوگ اسے ظاہر کر دیں گے اور پھر اس جھوٹ کی میری طرف نسبت کریں گے۔ تو میں یقیناً جھوٹ بولتا۔ اب ہرقل نے بہت سے سوالات کئے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب نسب، آپ کے اوصاف وعادات کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔ انہی میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا وہ غداری کرتا ہے؟

ابوسفیان نے کہا کہ آج تک تو کبھی بدعہدی، وعدہ شکنی اور غداری نہیں کی۔ اس وقت ہم میں اور اس میں ایک معاہدہ ہے نہ جانے اس میں وہ کیا کرے؟ ابوسفیان کے اس قول سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یہ بات بھی ٹھہری تھی کہ آپس میں دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی۔ یہ واقعہ اس قول کی پوری دلیل بن سکتا ہے کہ رومی فارس پر حدیبیہ والے سال غالب آئے تھے۔ اس لئے قیصر نے اپنی یہ نذر حدیبیہ کے بعد پوری کی تھی۔ واللہ اعلم

لیکن اس کا جواب وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلبہ روم فارس پر بدر والے سال ہوا تھا یہ دے سکتے ہیں کہ چونکہ ملک کی اقتصادی اور مالی حالت خراب ہو چکی تھی۔ ویرانی غیر آبادی اور تنگ حالی بہت بڑھ گئی تھی اس لئے چار سال تک ہرقل نے اپنی پوری توجہ ملک کی خوش حالی اور آبادی پر رکھی۔ اس کے بعد اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے نذر پوری کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ واللہ اعلم۔ یہ اختلاف کوئی ایسا اہم امر نہیں۔ ہاں مسلمان رومیوں کے غلبے سے خوش ہوئے اس لئے گو وہ کیسے ہی ہوں تاہم تھے تو اہل کتاب۔ اور ان کے مقابل مجوسیوں کی جماعت تھی جنہیں کتاب سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تو لازمی امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے ناخوش ہوں اور رومیوں کے غلبے سے خوش ہوں۔ خود قرآن میں موجود ہے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ دشمن یہود اور مشرک ہیں اور ان سے دوستیاں

---

[1] [صحیح لغیرہ: ترمذی: کتاب تفسیر القران: باب ومن سورة الروم (٣١٩٢) تفسیر ابن جریر الطبری (١٦/٢١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

رکھنے میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور درویش لوگ ہیں اور یہ متکبر نہیں۔

قرآن سن کر یہ رو دیتے ہیں کیونکہ حق کو جان لیتے ہیں پھر اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی ماننے والوں میں کر لے۔ [1] پس یہاں بھی فرمایا کہ مسلمان اس دن خوش ہوں گے جس دن اللہ تعالٰی رومیوں کی مدد کرے گا وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ بڑا غالب اور بہت مہربان ہے۔

حضرت زبیر کلابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے فارسیوں کا رومیوں پر غالب آنا' پھر رومیوں کا فارسیوں پر غالب آنا' پھر روم اور فارس دونوں پر مسلمانوں کا غالب آنا خود اپنی آنکھوں سے پندرہ سال کے اندر دیکھ لیا۔ آخر آیت میں فرمایا اللہ تعالٰی اپنے دشمنوں سے بدلہ اور انتقام لینے پر قادر اور اپنے دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ جو خبر تمہیں دی ہے کہ رومی عنقریب فارسیوں پر غالب آ جائیں گے۔ یہ اللہ کی خبر ہے۔ رب کا وعدہ ہے' پروردگار کا فیصلہ ہے ناممکن ہے کہ غلط نکلے' ٹل جائے یا خلاف ہو جائے۔ جو حق کے قریب ہوا سے بھی رب حق سے بہت دور والوں پر غالب رکھتا ہے۔ ہاں اللہ کی حکمتوں کو کم علم جان نہیں سکتے۔ اکثر لوگ دنیا کا علم تو خوب رکھتے ہیں اس کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں اس میں خوب دماغ دوڑاتے ہیں۔ اس کے برے بھلے نفع نقصان کو پہچان لیتے ہیں۔ بہ یک نگاہ اس کی اونچ نیچ دیکھ لیتے ہیں' دنیا کمانے کا پیسے جوڑنے کا سلیقہ رکھتے ہیں لیکن امور دین میں' اخروی کاموں میں محض جاہل اور کم فہم ہوتے ہیں۔ یہاں نہ ذہن کام کرے نہ سمجھ پہنچ سکے نہ غور وفکر کی عادت۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ نماز تک تو ٹھیک پڑھ نہیں سکتے لیکن درہم چٹکی میں لیتے ہی وزن بتا دیا کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دنیا کی آبادی اور رونق کی تو بیسیوں صورتیں ان کا ذہن گھڑ لیتا ہے۔ لیکن دین میں محض جاہل اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ
وَأَجَلٍ مُسَمًّى ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ ۝ أَوَلَمْ يَسِيرُوا
فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ
فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ
أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ۝ ع

کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا؟ کہ اللہ تعالٰی نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ۸۲-۸۳]

سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں ○ کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا؟ کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی ان سے زیادہ آباد کی تھی ان کے پاس ان کے رسول معجزے لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرتا بلکہ دراصل وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر آخرش برا کرنے والوں کا برا ہی ہوا اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے ○

کائنات میں غور وفکر کی ترغیب: چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اور اس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور وفکر کیا کرو اور قدرت اللہ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہچانو اور اس کی قدر وتعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو، کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو، کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بے کار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب نے انہیں کار آمد اور نشان قدرت بنایا ہے۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن۔ جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لو ان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اور ان کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہاں میں عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جو تم سے زیادہ زور آور تھیں تم سے زیادہ مال وزر والی تھیں تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں۔ تم تو ان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ وہ تم سے زیادہ عمر والے تھے۔ تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں، تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے اس کے باوجود جب ان کے پاس اس زمانے کے رسول آئے انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اور اپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب اللہ ان پر برس پڑے۔ اس وقت کوئی نہ تھا جو انہیں بچا سکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ یہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور رب کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو ان کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے[1] اور آیت میں ہے ان کی کجی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے[2] اور اس آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔[3] اس بنا پر ﴿ اَلسُّوْاٰی ﴾ منصوب ہوگا ﴿ اَسَآءُوا ﴾ کا مفعول ہو کر۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ﴿ سُوْاٰی ﴾ یہاں پر اس طرح واقع ہے کہ برائی ان کا انجام ہوئی۔ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کے جھٹلانے والے اور ان کا مذاق اڑانے والے تھے۔ تو اس معنی کی رو سے یہ لفظ منصوب ہوگا ﴿ كَانَ ﴾ کی خبر ہو کر۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے یہی توجیہ بیان کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے نقل بھی کی ہے، ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے

---

[1] [الانعام: ۱۱۰] [2] [الصف: ۵] [3] [المائدہ: ۴۹]

ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ ﴾ ہے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٣﴾
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَهُمْ فِىْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
فَاُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿١٦﴾

اللہ ہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○ جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگاروں کی تو امیدیں ٹوٹ جائیں گی○ ان کے تمام تر شریکوں میں سے ایک بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور خود یہ بھی اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے○ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی○ جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے وہ تو جنت میں خوش خرم کر دیئے جائیں گے○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑوا دیئے جائیں گے○

اللہ دوبارہ پیدائش پر بھی قادر: فرمان باری تعالیٰ ہے کہ سب سے پہلے مخلوقات کو اسی اللہ نے بنایا اور جس طرح وہ اس کے پیدا کرنے پر اس وقت قادر تھا' اب فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے تم سب قیامت کے دن اسی کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہو۔ وہاں وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ قیامت کے دن گنہگار نا امید رسوا اور خاموش ہو جائیں گے۔ اللہ کے سوا جن جن کی دنیا میں عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک بھی ان کی سفارش کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ اور یہ ان کے پوری طرح محتاج ہوں گے لیکن وہ ان سے بالکل آنکھیں پھیر لیں گے۔ اور خود ان کے معبودان باطل بھی ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ ہم میں ان میں کوئی دوستی نہیں۔ قیامت قائم ہوتے ہی اس طرح الگ الگ ہو جائیں گے جس کے بعد ملاپ ہے ہی نہیں۔ نیک لوگ تو علیین میں پہنچا دیئے جائیں گے اور برے لوگ سجین میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ وہ سب سے اعلیٰ بلندی پر ہوں گے یہ سب سے زیادہ پستی میں ہوں گے۔ پھر اس آیت کی تفصیل ہوتی ہے کہ نیک نفس تو جنتوں میں ہنسی خوشی سے ہوں گے اور کفار جہنم میں جل بھن رہے ہوں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَىِّ وَيُحْىِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١٩﴾ ع

ع ٥

پس اللہ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو○ تمام تعریفوں کے لائق آسمان و زمین میں صرف وہی ہے

تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو○ وہی زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے ○

ہر قسم کی حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ: اس رب تعالیٰ کی کمال قدرت اور عظمت سلطنت پر دلالت اس کی تسبیح اور اس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرما رہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ رات اپنے اندھیروں کو لے کر آتی ہے اور صبح کے وقت جب کہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے۔ اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین و آسمان میں قابل حمد وثنا وہی ہے ان کی پیدائش خود اس کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح شام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا۔ جو پورے اندھیرے اور کامل اجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بے شک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اجالوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ صبح کا ظاہر کرنے والا اور رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔ [1] اس جیسی آیتیں اور بھی بہت سی ہیں ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾ [2] اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ [3] اور ﴿وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ [4] وغیرہ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لئے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے پھر آپ نے ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُوْنَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ [5] طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو چیز چھوٹ گئی اسے پالیا۔ [6] پھر بیان فرمایا کہ موت وزیست کا خالق مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت' درخت سے دانے' مرغی سے انڈے' انڈے سے مرغ' نطفے سے انسان' انسان سے نطفہ' مومن سے کافر' کافر سے مومن غرض ہر چیز اور اس کے مقابلہ کی ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے۔ خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کرتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٩٦]
[2] [سورۃ الشمس : آیت ٣۔٤]
[3] [سورۃ اللیل: آیت ١۔٢]
[4] [سورۃ الضحی : آیت ١۔٢]

[5] **[ضعیف** : مسند احمد (٤٣٩/٣) طبرانی کبیر (١٩٢/٢٠) تفسیر ابن جریر الطبری (٧٣/١٣) مجمع الزوائد (١١٧/١٠)] اس کی سند میں ابن لھیعہ، اور زبان بن فائد دونوں ضعیف ھیں ۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے ضعیف کہتے ھیں ۔ [الموسوعة الحديثية] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[6] **[ضعیف** : ابو داؤد : کتاب الادب : باب ما یقول اذا اصبح (٥٠٧٦) طبرانی کبیر (٢٣٩/١٢)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں سعید بن بشیر اور محمد بن عبد الرحمٰن دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

کہ خشک زمین کا تروتازہ ہوکر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے [1] ایک اور آیت میں ہے تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے میں لہلہادیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے اسے سرسبز کر دیتا ہوں۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں اس مضمون کو کہیں مفصل کہیں مجمل بیان فرمایا۔ یہاں فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۞ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ
لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ
فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۞

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تمہاری مٹی سے پیدائش ہے کہ پھر انسان بن کر چلتے پھرتے ہو○ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیویاں پیدا کرنا تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی قائم کر دی' یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں○

مٹی سے انسانی تخلیق: فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں' نطفے سے خون بستہ کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں ڈھال کر پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر روح پھونکی' آنکھ' کان' ناک پیدا کئے۔ ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا' پھر کمزوری کو قوت سے بدلا' دن بدن طاقتور اور مضبوط قد آور اور زور آور کیا۔ عمر دی' حرکت وسکون کی طاقت دی' اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا اور ادھر سے ادھر پہنچنے کے ذرائع دیئے۔ سمندروں کی زمین کی مختلف سواریاں عطا فرمائیں۔ عقل' علم' سوچ' سمجھ' تدبر' غور کے لئے دل و دماغ عطا فرمائے۔ دنیاوی کام سمجھائے رزق عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سنوارنے کا علم اور دنیاوی علم بھی سکھایا۔ پاک ہے وہ اللہ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل وصورت میں' بول چال میں' امیری فقیری میں' عقل وہنر میں' بھلائی برائی میں' سعادت وشقاوت میں ہر ایک کو جداگانہ کر دیا۔ تا کہ ہر شخص رب کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں۔ کوئی سفید' کوئی سرخ' کوئی سیاہ' کوئی خبیث' کوئی طیب' کوئی خوش خلق' کوئی بد خلق وغیرہ۔ [2] پھر فرماتا ہے کہ اللہ

---

[1] [سورۃ یسین : آیت ۳۳-۳۴]

[2] **[صحیح** : ابو داؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٦٩٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ البقرہ (٢٩٥٥) مستدرك حاكم (٢/٢٦١) صحیح ابن حبان (٦١٦٠) مسند احمد (٤/٤٠٠) بیهقی فی الاسماء والصفات (٧١٥)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحه (١٦٣٠)]

تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لئے کہ تمہیں ان سے سکون وراحت آرام و آسائش حاصل ہو۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ وہ اس کی طرف سے راحت حاصل کرے۔ [1] حضرت حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے جو سب سے چھوٹی ہے پیدا ہوئی ہیں پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی جنس سے ان کا جوڑ ابندھتا تو موجودہ الفت ورحم ان میں نہ ہوسکتی۔ یہ پیار اخلاص یک جنسی کی وجہ سے ہے۔ ان میں آپس میں محبت' مودت' رحمت والفت' پیار و اخلاص' رحم اور مہربانی ڈال دی پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا غم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے الغرض بہت سی وجوہات رب العلمین نے رکھ دی ہیں جن کے باعث انسان با آرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ بھی رب کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سے غور سے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٢٣﴾

اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے۔ دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں کی اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل یعنی روزی کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے' جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

مختلف رنگ، مختلف زبانیں سب اللہ کی نشانیاں: رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند' کشادہ آسمان کی پیدائش اس میں ستاروں کا جڑاؤ ان کی چمک دمک ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا۔ بعض کا ایک جا ثابت رہنا زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا اسے کثیف پیدا کرنا اس میں پہاڑ' میدان' جنگل' دریا' سمندر' ٹیلے' پتھر' درخت وغیرہ جما دینا۔ خود تمہاری زبانوں میں' رنگتوں میں اختلاف رکھنا' عرب کی زبان' تاتاریوں' کردوں' رومیوں' فرنگیوں' تکرونیوں' بربر' حبشیوں' ہندیوں' ایرانیوں' حقالیہ' آرمنیوں' جزریوں اور اللہ جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی شانِ اللہ کا مظہر ہے۔ خیال تو فرمایئے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے۔ سب کی دو آنکھیں دو پلکیں' ایک ناک' دو دو کان' ایک پیشانی' ایک منہ' دو ہونٹ' دو

---

[1] [سورۃ الاعراف : آیت ۱۸۹]

رخسار وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ کوئی نہ کوئی عادت، خصلت، کلام، بات چیت، طرز، ادا ایسی ضرور ہو گی کہ جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہی ہو۔ گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے راحت وسکون حاصل ہوتا ہے اس کے لئے قدرت نے رات بنادی۔ کام کاج کے لئے، دنیا حاصل کرنے کے لئے، کمائی دھندے کے لئے تلاش معاش کے لئے اس اللہ نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اچاٹ ہو جایا کرتی تھی۔ تو میں نے حضور ﷺ سے اس امر کی شکایت کی آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ ﴿اللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَنِمْ عَيْنِيْ وَاَهْدِئْ لَيْلِيْ﴾ میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ دور ہو گئی۔ [1]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے تجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اس میں بھی عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے ○

بجلی کی کڑک، نزولِ بارش اور قیامِ ارض وسماء بھی اللہ کی نشانی: اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑک کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی گرے وغیرہ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہو گی ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس

---

[1] [ضعيف: طبراني كبير (٤٨١٧) اتحاف الخيرة المهرة (٤٦٢/٦) ذخيرة الحفاظ (٣٣٢١)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں متروک راوی ہے۔ [المطالب العالية (٢٤٩/٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عمرو بن حصین عقیلی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٨/١٠)] شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (١٣٢٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کو کوئی ہریاول نہ تھی مثل مردے کے بے کار تھی اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے لہلانے لگتی ہے ہری بھری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگا دیتی ہے۔ عقل مندوں کے لئے عظمت اللہ کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشان کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا ہماری موت کے بعد ہمیں بھی از سر نو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین وآسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا اور آسمان وزمین کو تھامے ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر قیامت کے دن وہ زمین وآسمان کو بدل دے گا مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود اللہ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے۔ [1] اور آیت میں ہے ﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ﴾ [2] صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی اور آیت میں ہے ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ﴾ [3] یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہو گی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿26﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿27﴾

زمین وآسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے ○ وہی ہے جس نے شروع شروع میں مخلوق کو پیدا کیا وہی پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی ذی عزت غلبے والا حکمت والا ہے ○

ہر چیز اللہ کے فرمان کے تحت: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ ہی کی ہے سب اس کے لونڈی غلام ہیں۔ سب اسی کی ملکیت میں ہیں۔ ہر ایک اس کے سامنے عاجز ولاچار مجبور وبے بس ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”قرآن کریم میں جہاں کہیں قنوت کا ذکر ہے وہاں مراد اطاعت وفرمانبرداری ہے“ [4] ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔ صحیح

---

[1] [بنی اسرائیل: ٥٢] [2] [النازعات: ١٣-١٤] [3] [یس: ٥٣]

[4] [ضعیف: مسند احمد (٣/٧٥) ابو نعیم فی الحلیة (٣٢٥/٨) مسند ابو یعلی (١٣٧٩) مجمع الزوائد (٣٢٣/٦) صحیح ابن حبان (٣٠٩/٢)] اس کی سند میں دراج اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اسے یہ چاہئے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اس نے مجھے اولاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا کر نہیں سکتا؟ حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل ہی آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد اور صمد ہوں۔ جس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ۔ اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ① الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت کی مظہر ہیں نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿خَلْق﴾ ہو ﴿مَثَلُ﴾ سے مراد یہاں اس کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت ہے نہ کہ مثال' اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات مثال سے پاک ہے فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ② اس کی مثال کوئی اور نہیں۔ بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور باد صبا کے تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں نہ اس کے سامنے کسی کی کچھ چل سکے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست ولاچار عاجز و بے بس ہے۔ اس کی قدرت' سطوت' سلطنت ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ حکیم ہے اپنے اقوال' افعال' شریعت' تقدیر غرض ہر ہر امر میں۔ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿مَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا
رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ
اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی' جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا خطرہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا' ہم عقل رکھنے والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں ○ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بے علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں' اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ راہ سے ہٹا دے؟ ان کا ایک بھی مددگار نہیں ○

مشرکین کے لیے ایک مثال: مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک اللہ جانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب اللہ کے غلام اور اس کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ وہ حج وعمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہوئے کہتے تھے کہ

---

① [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب سورہ قل هو الله احد (٤٩٧٤)]

② [سورة الشورىٰ: آیت ١١]

((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ)) یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے۔ یعنی ہمارے شریکوں کا اور ان کی ملکیت کا تو ہی اصلی مالک ہے پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جارہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں ہی پائیں۔ اور بہت اچھی طرح غور وخوض کر سکیں۔ فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی اس امر پر رضامند ہوگا کہ اس کے کل مال وغیرہ میں اس کے غلام اس کے برابر شریک ہوں اور ہر وقت اسے یہ دھڑکا رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد اور ملکیت آدھوں آدھ بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے اللہ کے لئے بھی یہ نہ چاہو جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ یہ عجب ناانصافی ہے کہ اپنے لئے جس بات سے چڑیں نفرت کریں اللہ کے لئے وہی بات ثابت کرنے بیٹھ جائیں۔ خود بیٹیوں سے جلتے تھے، اتنا سنتے ہی کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے منہ کالے پڑ جاتے تھے اور اللہ کے مقرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ اسی طرح خود اس بات کے کبھی روادار نہیں ہونے کہ اپنے غلاموں کو اپنا برابر کا شریک وسہیم سمجھیں۔ لیکن اللہ کے غلاموں کو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہیں کس قدر انصاف کا خون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرک جو لبیک پکارتے تھے اور اس میں اللہ کے لاشریک ہونے کا اقرار کر کے پھر اس کی غلامی تلے دوسروں کو مان کر پھر انہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [1] اور اس میں بیان ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر کا شریک ٹھہرانے سے عار رکھتے ہو تو اللہ کے غلاموں کو اللہ کا شریک کیوں ٹھہرا رہے ہو؟۔ یہ صاف بات بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اسی طرح تفصیل وار دلائل غافلوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اور بتلاتا ہے کہ مشرکین کے شرک کی کوئی سند، عقلی نقلی کوئی دلیل نہیں صرف کرشمہ جہالت اور پیروی خواہش ہے۔ جب کہ یہ راہ راست سے ہٹ گئے تو پھر انہیں اللہ کے سوا اور کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ یہ گو دوسروں کو اپنا کارساز اور مددگار مانتے ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ دشمنان اللہ کا دوست کوئی نہیں۔ کون ہے جو اس کی مرضی کے خلاف لب ہلا سکے۔ کون ہے جو اس پر مہربانی کرے جس پر اللہ نامہربان ہو؟ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جسے وہ نا چاہے ہو نہیں سکتا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؀ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ؀

پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دے اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے بنائے کو

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۲۳۴۸) مجمع الزوائد (۳/۲۲۳)] اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف ہے۔]

بدلنا نہیں یہی راست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ○ اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں نہ مل جاؤ ○ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے ○

انسان کی پیدائش دین اسلام پر: ملت ابراہیم حنیف پر جم جاؤ جس دین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور جسے اے نبی آپ کے ہاتھ پر اللہ نے کمال کو پہنچایا ہے۔ رب کی فطرت سلیمہ پر وہی قائم ہے جو اس دین اسلام کا پابند ہے۔ اسی پر یعنی توحید پر رب نے تمام انسانوں کو بنایا ہے۔ روز اوّل میں اسی کا سب سے اقرار کر لیا گیا تھا کہ کیا میں سب کا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے اقرار کر لیا کہ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ [1] وہ حدیثیں عنقریب ان شاء اللہ بیان ہوں گی جن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ مخلوق کو اپنے سچے دین پر پیدا کیا ہے گو اس کے بعد لوگ یہودیت نصرانیت وغیرہ پر چلے گئے۔ لوگو! اللہ کی اس فطرت کو نہ بدلو۔ لوگوں کو اس راہ راست سے نہ ہٹاؤ۔ تو یہ خبر معنی میں امر کے ہوگی جیسے ﴿مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ [2] میں یہ معنی نہایت عمدہ اور صحیح ہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو فطرت سلیمہ پر یعنی دین اسلام پر پیدا کیا۔ رب کے اس دین میں کوئی تبدل و تغیر نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی معنی کئے ہیں کہ یہاں خلق اللہ سے مراد دین اور فطرت اسلام ہے۔ [3] بخاری شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے بکری کا صحیح سالم بچہ ہوتا ہے جس کے کان لوگ کتر دیتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [4] مسند احمد میں ہے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا وہاں سے ہم بفضل اللہ غالب آ گئے اس دن لوگوں نے بہت سے کفار کو قتل کیا یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو بھی قتل کر ڈالا حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے لوگ حد سے آگے نکل جاتے ہیں آج بچوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آخر وہ بھی تو مشرکین کی ہی اولاد تھی آپ نے فرمایا نہیں نہیں۔ یاد رکھو تم میں سے بہترین لوگ مشرکین کے بچے ہیں۔ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا، نابالغوں کے قتل سے رک جانا۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۲]

[2] [سورۃ آل عمران: آیت ۹۷]

[3] [صحیح بخاری : کتاب التفسیر : تفسیر سورہ الروم باب قولہ تعالی لا تبدیل لخلق اللہ]

[4] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و من سورۃ الروم (۴۷۷۵) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۵۸) ترمذی : کتاب القدر : باب ما جآء کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۱۳۸) مسند احمد (۲/۲۵۳)]

کہ اپنی زبان سے کچھ کہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہود و نصرانی بنا لیتے ہیں۔ [1] جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے مسند شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے زبان آ جائے اب یا تو شاکر بنتا ہے یا کافر۔ [2]

مسند میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔ [3] آپ سے مروی ہے کہ ایک زمانے میں میں کہتا تھا مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ اور مشرکوں کی اولاد مشرکوں کے ساتھ ہے یہاں تک کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کر کے مجھے سنایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ خوب عالم ہے اس چیز سے جو وہ کرتے۔

اس حدیث کو سن کر میں نے اپنا فتویٰ چھوڑ دیا [3] حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا کہ مجھے جناب باری ذوالجلال نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم جاہل ہو وہ میں تمہیں سکھا دوں۔ فرمایا ہے کہ جو میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے میں نے ان کے لئے حلال کیا ہے میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ خالص دین والا بنایا ہے' ان کے پاس شیطان پہنچتا ہے اور انہیں دین سے گمراہ کرتا ہے اور حلال کو ان پر حرام کرتا ہے اور انہیں میرے ساتھ شریک کرنے کو کہتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نگاہ ڈالی اور عرب و عجم سب کو ناپسند فرمایا سوائے چند اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے صرف آزمائش کے لئے بھیجا ہے تیری اپنی بھی آزمائش ہو گی اور تیری وجہ سے اور سب کی بھی۔ میں تجھ پر وہ کتاب اتاروں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ پھر مجھ سے جناب باری نے ارشاد فرمایا کہ میں قریش کو ہوشیار کر دوں میں نے اپنا

---

1. [صحیح: مسند احمد (۳/ ۴۳۵) مسند ابو یعلی (۹۴۲) نسائی فی السنن الکبری (۸۶۱۶)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کی بعض اسانید کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵/ ۷۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۵۷۱) السلسلة الصحیحه (۴۰۲)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]
2. [ضعیف: مسند احمد (۳/ ۳۵۳)] اس کی سند میں ابو جعفر راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسی کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۴۸۰۵)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]
3. [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ما قیل فی اولاد المشرکین (۱۳۸۳)، (۶۵۹۷) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲۶۶۰_۶۷۰۷) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی ذراری المشرکین (۴۷۱۱) نسائی: کتاب الجنائز: باب اولاد المشرکین (۱۹۵۰)]
4. [صحیح: مسند احمد (۵/ ۷۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۷/ ۲۱۸)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۰۶۹۷)]

اندیشہ ظاہر کیا کہ کہیں وہ میرا سر کچل کر روٹی جیسا نہ بنادیں؟ تو فرمایا سن جیسے یہ تجھے نکالیں گے میں انہیں نکالوں گا تو ان سے جہاد کر میں تیرا ساتھ دوں گا تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا تو لشکر بھیج میں اس سے پانچ حصے زیادہ لشکر بھیجوں گا فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں پر چڑھائی کردے۔ اہل جنت تین قسم کے ہیں عادل بادشاہ توفیق خیر والا سخی۔ نرم دل ہر مسلمان کے ساتھ سلوک احسان کرنے والا پاک دامن' سوال اور حرام سے بچنے والا عیالدار آدمی' اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں وہ بے وقعت کمینے جو بے زر اور بے گھر ہیں جو تمہارے دامنوں میں لپٹے رہتے ہیں۔ وہ خائن جو حقیر چیزوں میں بھی خیانت کئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ لوگ جو ہر وقت لوگوں کو ان کی جان و مال اور اہل وعیال میں دھوکے دیتے رہتے ہیں صبح شام چالبازیوں اور مکروفریب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر آپ نے بخیل یا کذاب کا ذکر کیا اور فرمایا پانچویں قسم کے لوگ بدزبان بدگو ہیں (مسلم وغیرہ) ①

یہی فطرت سلیمہ یہی شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ اور اپنی اسی جہالت کی وجہ سے اللہ کے ایسے پاک دین سے دور بلکہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے گو تیری حرص ہو لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ ② ایک اور آیت میں ہے اگر تو اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ اللہ سے بہکا دیں گے۔ ③ تم سب اللہ کی طرف راغب رہو' اسی کی جانب جھکے رہو' اسی کا ڈر خوف رکھو' اسی کا لحاظ رکھو۔ نمازوں کی پابندی کرو جو سب سے بڑی عبادت اور اطاعت ہے۔ تم مشرک نہ بنو بلکہ موحد اور خالص بن جاؤ' اس کے سوا کسی اور سے کوئی مراد وابستہ نہ رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تین چیزیں ہیں اور یہی نجات کی جڑیں ہیں اول اخلاص جو فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے دوسری نماز جو دراصل دین ہے تیسری اطاعت جو عصمت اور بچاؤ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ④ تمہیں مشرکوں میں نہ ملنا چاہئے تمہیں ان کا ساتھ نہ دینا چاہئے اور نہ ان جیسا فعل کرنا چاہئے جنہوں نے دین اللہ کو بدل دیا بعض باتوں کو مان لیا بعض سے انکار کر گئے ﴿فَرَّقُوْا﴾ کی دوسری قرات ﴿فَـارَقُوْا﴾ ہے یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ جیسے یہود' نصاریٰ' مجوسی' بت پرست اور دوسرے باطل مذہب والے۔ جیسے ارشاد ہے جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کی اور گروہ بندی کر لی تو ان میں شامل ہی نہیں۔ ان کا انجام سپرد اللہ ہے' ⑤ تم سے پہلے والی قومیں گروہ در گروہ ہو گئیں اور سب کی سب باطل پر جم گئیں اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا رہا کہ وہ سچا ہے دراصل حقانیت ان سب سے گم ہو گئی تھی۔ اس امت میں بھی تفرقہ پڑا لیکن اس میں ایک حق پر ہے۔ ہاں باقی سب گمراہی پر ہیں۔ یہ حق والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے جو کتاب اللہ کو اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط تھامنے والی ہے جس پر سابقہ زمانے

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (٢٨٦٥)]

② [یوسف : ١٠٣] ③ [الانعام : ١١٦]

④ [تفسیر الطبری (١٨٣/١٠)] ⑤ [سورة الانعام: آیت ١٥٩]

کے صحابہؓ تابعین اور ائمہ مسلمین تھے گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی۔ جیسے مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ان سب میں نجات پانے والا فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ((مَنْ كَانَ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِیْ)) یعنی وہ لوگ جو اس پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں (برادران غور فرمایئے کہ وہ چیز جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے زمانے میں تھے وہ وحی اللہ یعنی قرآن وحدیث ہی تھی یا کسی امام کی تقلید؟)۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا
النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف پوری طرح رجوع ہو کر دعائیں کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک جماعت اپنے رب سے شرک کرنے لگتی ہے ○ تاکہ وہ اس چیز کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہے' اچھا تم فائدہ اٹھا لو ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا ○ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو اسے بیان کرے جسے یہ اللہ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں ○ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہو جاتے ہیں' اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں ○ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور تنگ بھی' اس میں بھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں ○

تکلیف میں عاجزی اور آسانی میں ناشکری: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ دکھ درد' مصیبت و تکلیف کے وقت تو وہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کو بڑی عاجزی زاری اور نہایت توجہ اور پوری دلسوزی کے ساتھ پکارتے ہیں اور جب اس کی نعمتیں ان پر برسنے لگتی ہیں تو یہ اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتے ہیں۔ ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ میں لام بعض تو کہتے ہیں لام عافیت ہے اور بعض کہتے ہیں لام تعلیل ہے۔ لیکن اس کا لام تعلیل ہونا اس وجہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ان کے لئے یہ مقرر کیا پھر انہیں دھمکایا کہ تم ابھی معلوم کر لو گے۔ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ کوتوال یا سپاہی اگر کسی کو ڈرائے دھمکائے تو وہ کانپ اٹھتا ہے تعجب ہے کہ اس کے دھمکانے سے ہم دہشت میں نہ آئیں جس کے قبضے میں ہر چیز ہے اور جس کا صرف یہ کہہ دینا ہر امر کے لئے کافی ہے کہ ہو جا۔ اس سے نہ ڈریں پھر مشرکین کا محض بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کے

شرک کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ پھر انسان کی ایک بیہودہ خصلت بطور انکار بیان ہو رہی ہے کہ سوائے چند ہستیوں کے عموماً حالت یہ ہے کہ راحتوں کے وقت پھول جاتے ہیں اور سختیوں کے وقت مایوس ہو جاتے ہیں۔ گویا اب کوئی بہتری ملے گی نہیں۔ ہاں مومن سختیوں میں صبر اور نرمیوں میں نیکیاں کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مومن پر تعجب ہے اس کے لئے اللہ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور مصیبت میں صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ ① اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہان کا نظام چلا رہا ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی ترشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لئے نشان ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞۳۸ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ
النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۞۳۹ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞۴۰ ع

قرابت دار کو مسکین کو مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہوں ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں ○ تم جو بیاج (سود) پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا' اور جو کچھ صدقہ زکوۃ تم اللہ کے چہرہ کی طلب کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دوچند کرنے والے ○ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر روزی دی پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا' بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو؟ اللہ کے لئے پاکی اور برتری ہے ہر اک اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں ○

حسن سلوک اور صلہ رحمی کی ترغیب: قرابتداروں کے ساتھ نیکی سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا حکم ہو رہا ہے مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا کچھ ہو لیکن بقدر کفایت نہ ہو۔ اس کے ساتھ بھی سلوک واحسان کرنے کا حکم ہو رہا ہے مسافر جس کا خرچ کم پڑ گیا ہو اور سفر خرچ پاس نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن دیدار اللہ کریں۔ حقیقت میں انسان کے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ دنیا اور آخرت میں نجات ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اس دوسری آیت کی ایک تفسیر تو ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' ضحاک' قتادہ' عکرمہ' محمد بن کعب' اور شعبی رحمہم اللہ سے یہ مروی ہے جو شخص کوئی عطیہ اس ارادے سے دے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ دیں تو گویا اس ارادے سے ہدیہ دینا ہے تو مباح لیکن ثواب سے خالی ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا بدلہ کچھ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی روک دیا اس معنی میں یہ حکم آپ

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب المومن امرہ کلہ خیر (۲۹۹۹) مسند احمد (۴/ ۳۳۲)]

کے لئے مخصوص ہوگا۔ اسی کی مشابہ آیت ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ [1] ہے یعنی زیادتی معاوضہ کی نیت سے کسی کے ساتھ احسان نہ کیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سود یعنی نفع کی دو صورتیں ہیں ایک تو بیوپار تجارت میں سود یہ تو حرام محض ہے۔ دوسرا سود یعنی زیادتی جس میں کوئی حرج نہیں وہ کسی کو اس ارادہ سے ہدیہ تحفہ دینا ہے کہ یہ مجھے اس سے زیادہ دے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب تو زکوۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ زکوۃ دینے والوں کو بہت برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقے میں دے لیکن حلال طور سے حاصل کی ہوئی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہی ایک کھجور احد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ [2] اللہ ہی خالق ورازق ہے۔ انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا‘ بے علم‘ بے کان‘ بے آنکھ‘ بے طاقت نکلتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال‘ ملکیت‘ کمائی‘ تجارت غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو سر ہلنے لگے تب بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا پھر رب ہی اسے روزیاں دیتا ہے۔ [3] اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ اللہ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت زندگی کا مالک ہے۔ وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس‘ منزہ‘ معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں وہ احد ہے‘ صمد ہے‘ فرد ہے‘ ماں باپ اولاد سے پاک ہے‘ اس کا کفو کوئی نہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

---

[1] [سورۃ المدثر: آیت ٦]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب الصدقۃ من کسب طیب (١٤١٠)، (٧٤٣٠) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا (١٠١٤) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب الصدقۃ من غلول (٢٥٢٤) ترمذی: کتاب الزکاۃ: باب ما جآء فی فضل الصدقۃ (٦٦١) مسند احمد (٥٣٨/٢)]

[3] [ضعیف: مسند احمد (٤٦٩/٣) ابن ماجہ: کتاب الزھد (٤١٦٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٦٢٩٥) السلسلۃ الضعیفۃ (٤٧٩٨)]

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث مصیبتیں آن پڑیں اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں‘ زمین پر چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا؟ جن میں اکثر لوگ مشرک تھے ○

اللہ کی فرمانبرداری سے ہی فساد ختم ہوگا: ممکن ہے ’’بر‘‘ یعنی خشکی سے مراد میدان اور جنگل ہوں اور ’’بحر‘‘ یعنی تری سے مراد شہر اور دیہات ہوں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بر کہتے ہیں خشکی کو اور بحر کہتے ہیں تری کو خشکی کے فساد سے مراد بارش کا نہ ہونا پیداوار کا نہ ہونا قحط سالیوں کا آنا ہے۔ تری کے فساد سے مراد بارش کا رک جانا جس سے پانی کے جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ انسان کا قتل اور کشتیوں کا جبراً چھین جھپٹ لینا یہ خشکی تری کا فساد ہے۔ ’’بحر‘‘ سے مراد جزیرے اور ’’بر‘‘ سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔ لیکن اول قول زیادہ ظاہر ہے اور اسی کی تائید محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے ایلہ کے بادشاہ سے صلح کی اور اس کا ’’بحر‘‘ یعنی شہر اسی کے نام کر دیا [1] پھلوں کے اناج کا نقصان دراصل انسان کے گناہوں کی وجہ سے ہے اللہ کے نافرمان زمین کو بگاڑنے والے ہیں۔ آسمان وزمین کی اصلاح اللہ کی عبادت اور اطاعت سے ہے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ زمین پر ایک حد کا قائم ہونا زمین والوں کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ [2] یہ اس لئے کہ حد قائم ہونے سے مجرم گناہوں سے باز رہیں گے اور جب وہ گناہ نہ ہوں گے تو آسمانی اور زمینی برکتیں لوگوں کو حاصل ہوں گی۔ چنانچہ آخر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور اس پاک شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے مثلاً خنزیر کا قتل‘ صلیب کی شکست‘ جزیئے کا ترک یعنی اسلام کی قبولیت یا جنگ پھر جب آپ کے زمانے میں دجال اور اس کے مرید ہلاک ہو جائیں گے یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے تو زمین سے کہا جائے گا کہ اپنی برکتیں لوٹا دے اس دن ایک انار لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے یہ سب لوگ سایہ حاصل کر لیں۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے کو کفایت کرے گا۔ یہ سب برکتیں صرف رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے جاری کرنے کی وجہ سے ہوں گی جیسے جیسے عدل وانصاف مطابق شریف بڑھے گا ویسے ویسے خیر وبرکت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے برخلاف فاجر شخص کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر بندے‘ شہر‘ درخت‘ جانور‘ سب راحت پا لیتے ہیں۔ [3] مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانے میں ایک تھیلی پائی گئی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانے میں اگتے تھے جس میں عدل وانصاف کو کام میں لایا

---

[1] طبقات ابن سعد (۱/ ۲۲۰)]

[2] [حسن : ابن ماجه : كتاب الحدود : باب اقامة الحدود (۲۵۳۸) نسائي : كتاب قطع السارقة : باب الترغيب في اقامة الحد (۴۹۱۹)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجه] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الرقاق : باب سكرات الموت (۶۵۱۲) صحيح مسلم : كتاب الجنائز : باب ما جاء في مستريح و مستراح منه (۹۵۰)]

جاتا تھا۔ [1] زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد فساد سے شرک ہے لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور پیداوار کی اور پھر اناج کی کمی بطور آزمائش کے اور بطور ان کے بعض اعمال کے بدلے کے ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [2] ہم نے انہیں بھلائیوں برائیوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوٹ جائیں۔ تم زمین میں چل پھر کر آپ ہی دیکھ لو کہ تم سے پہلے جو مشرک تھے ان کے نتیجے کیا ہوئے؟ رسولوں کی نہ ماننے اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا کیا وبال ان پر آیا؟ یہ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

پس تو اپنا رخ اس سچے اور سیدھے دین کی طرف ہی رکھ اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس کی بازگشت اللہ کی طرف سے ہے ہی نہیں اس دن سب متفرق ہو جائیں گے ○ کفر کرنے والوں پر ان کا کفر ہوگا۔ اور نیک عمل کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں ○ تاکہ اللہ انہیں اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، وہ کافروں کو دوست رکھتا ہی نہیں ○

دین اسلام پر مضبوطی سے جم جاؤ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے دین پر جم جانے کی اور چستی سے اللہ کی فرمانبرداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ مضبوط دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جب اس کے آنے کا اللہ کا حکم ہو چکے گا پھر اس حکم کو یا اس آنے والی ساعت کو کوئی لوٹا نہیں سکتا۔ اس دن نیک بد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایک جماعت جنت میں ایک جماعت بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ کافر اپنے کفر کے بوجھ تلے دب رہے ہوں گے۔ اور نیک اعمال لوگ اپنے کئے ہوئے بہترین آرام دہ ذخیرے پر خوش خرم ہوں گے۔ رب انہیں ان کی نیکیوں کا اجر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے دے رہا ہوگا۔ ایک ایک نیکی دس دس بلکہ سات سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ کر کے انہیں ملے گی۔ کفار اللہ کے دوست نہیں لیکن تاہم ان پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۲/۲۹۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۹۴۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الاعراف: آیت ۱۶۸]

اس کی نشانیوں میں سے خوش خبریاں دینے والی ہواؤں کا چلانا بھی ہے اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو ○ ہم نے تجھ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلیلیں لائے پھر ہم نے گنہگاروں سے انتقام لیا' ہم پر مومنوں کی مدد لازم ہے ○

اللہ کی چند نشانیاں: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا۔ اس کے بعد مینہ برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں اور جاندار زندہ رہیں سمندروں اور دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں۔ کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لئے ادھر سے ادھر' ادھر سے ادھر آ جا سکو۔ پس تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرو۔ پھر اپنے نبی کو تسکین اور تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے کہ اگر آپ کو لوگ جھٹلاتے ہیں تو آپ اسے کوئی انوکھی بات نہ سمجھیں۔ آپ سے پہلے کے رسولوں کو بھی ان کی امتوں نے ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے فقرے سنائے ہیں۔ وہ بھی صاف روشن اور واضح دلیلیں معجزے اور احکام لائے تھے بالآخر جھٹلانے والے عذاب کے شکنجے میں کس دیئے گئے اور مومنوں کو اس وقت ہر قسم کی برائی سے نجات ملی۔ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نفس کریم پر یہ بات لازم کر لی ہے کہ وہ اپنے باایمان بندوں کو مدد دے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (1) ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچالے اللہ پر حق ہے کہ وہ اس سے جہنم کی آگ کو ہٹالے۔ پھر آپ نے پڑھا ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (2)۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (٤٨) وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ (٤٩) فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (٥٠) وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ (٥١)

اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تیرے دیکھتے ہوئے اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں' اور جنہیں اللہ چاہتا ہے ان اپنے

---

(1) [سورة الانعام: آیت ٥٤]

(2) [**ضعیف**: مسند احمد (٦/٤٤٩)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٥٨٠)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم اور شہر بن حوشب دونوں ضعیف ہیں۔]

بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش خوش ہو جاتے ہیں۔ یقین مانناکہ بارش ان پر برسے اس سے پہلے پہلے تو ناامید ہو رہے تھے۔ پس تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھ کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم بادتند چلادیں اور یہ لوگ انہیں کھیتیوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں ○

ہلکی اور تیز ہوائیں: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں یا تو سمندر پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ کا حکم ہو۔ پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے اسے بڑھا دیتا ہے تھوڑے کو زیادہ کر دیتا ہے تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اٹھا پھر جو وہ پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لئے۔ اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی کے بھرے ابر اٹھتے ہیں۔ اسی مضمون کو آیت ﴿وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ﴾ [1] الخ' میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔ وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے۔ دو دفعہ ﴿مِنْ قَبْلِ﴾ کا لفظ لانا تاکید کے لئے ہے۔ ﴿ہ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿اِنْزَال﴾ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تاسیسی دلالت ہو۔ یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے۔ پھر اس ناامیدی کے بعد دفعتاً ابر اٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے۔ اور ان کی خشک زمین تر ہو جاتی ہے قحط سالی تر سالی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریاول دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ پروردگار عالم بارش سے کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ یاد رکھو جس رب کی یہ قدرت تم دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے حالانکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے۔ سمجھ لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم بادتند چلادیں اگر آندھیاں آجائیں اور ان کی لہلہاتی ہوئی کھیتیاں پژمردہ ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے ﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ے مَحْرُوْمُوْنَ﴾ [2] تک حضرت عبداللہ بن عمر وؓ فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی اور چار زحمت کی۔ ناشرات' مبشرات' مرسلات اور ذاریات تو رحمت کی ہیں۔ اور عقیم' صرصر' عاصف اور قاصف عذاب کی ہیں۔ ان میں پہلی دو خشکی کی ہیں اور آخر دو تری کی ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان اللہ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی پوری چیزیں الٹ پلٹ ہو جائیں

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۵۷]
[2] [سورۃ الواقعہ: آیت ۶۳۔۶۷]

گی۔ اتنا نہیں بلکہ اتنا وزن کر و جتنا انگوٹھی میں نگینہ ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے وہ ہوا چلی جو جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا۔ جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا منکر ہے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ خود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ [1]

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں ○ اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا ہے' تو صرف ان ہی لوگوں کو سنا تا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہیں بھی وہ اطاعت گزار ○

کیا مردے سنتے ہیں؟ باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ جس طرح یہ تیری قدرت سے خارج ہے کہ مردوں کو جو قبروں میں ہوں تو اپنی آواز سنا سکے۔ اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ بہرے شخص کو جب کہ وہ پیٹھ پھیرے منہ موڑے جا رہا ہو تو اپنی بات سنا سکے۔ اسی طرح سے جو حق سے اندھے ہیں تو ان کی رہبری ہدایت کی طرف نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے جب وہ چاہے مردوں کو زندوں کی آواز بھی سنا سکتا ہے۔ ہدایت ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو باایمان ہوں اور اللہ کے سامنے جھکنے والے اور اس کے فرمانبردار ہوں۔ یہ لوگ حق کو سنتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ یہ تو حالت مسلمان کی ہوئی اور اس سے پہلے جو حالت بیان ہوئی وہ کافر کی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ [2] الخ' تیری پکار وہی قبول کریں گے جو کان دھر کر سنیں گے مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائے گا پھر سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے تھے اور بدر کی کھائیوں میں ان کی لاشیں پھینک دی گئی تھیں ان کی موت کے تین دن بعد ان سے خطاب کر کے انہیں ڈانٹا اور غیرت دلائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے خطاب کرتے ہیں جو مر کر مردہ ہو چکے۔ تو آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھی میری اس بات کو جو میں انہیں کہہ رہا ہوں اتنا نہیں سنتے جتنا یہ سن رہے ہیں۔ ہاں وہ جواب نہیں دے سکتے۔ [3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی سن کر فرمایا کہ آپ نے یہ یوں فرمایا ہے کہ وہ اب بخوبی جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے پھر آپ نے مردوں کے نہ سن سکنے پر اسی آیت سے استدلال کیا کہ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں دراج راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ٣٦]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة واهل النار (٢٨٧٤)]

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾۔ [1] حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات انہوں نے سن لی تا کہ انہیں پوری ندامت اور کافی شرمساری ہو۔ لیکن علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ایک روایت صحت کر کے وارد کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے یہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو اللہ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ سب سے پورا واقف ہے اور سب پر پورا قادر ہے ○

مرحلہ وار انسانی پیدائش: انسان کی ترقی و تنزل پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے۔ پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں' پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف و نحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہو جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے آخر نشوونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بڈھا ہوتا ہے پھر بڈھا پھوس ہو جاتا ہے طاقت کے بعد یہ کمزوری بھی قابل عبرت ہوتی ہے۔ کہ ہمت پست ہے' دیکھنا' سننا' چلنا' پھرنا' اٹھنا' اچکنا' پکڑنا' غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے' رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں' رخسار پچک جاتے ہیں' دانت ٹوٹ جاتے ہیں' بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام وہ سب کا مالک' وہ عالم و قادر' نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کو قدرت۔ حضرت عطیہ عوفی کہتے ہیں میں نے اس آیت کو ﴿ضُعْفًا﴾ تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے پڑھا تو آپ نے بھی اسے تلاوت کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس آیت کو اتنا ہی پڑھا تھا جو آپ پڑھنے لگے جس طرح میں نے تمہاری قرأت پر قرأت شروع کر دی۔ [2] (ابوداؤ' ترمذی' مسند احمد)

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جھل (۳۹۸۰) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب المیت یعذب ببکاء اھله علیه (۹۳۲) مسند احمد (۱۷۵/۶)]

[2] [حسن: ابو داؤد: کتاب الحروف والقراءات (۳۹۷۸) ترمذی: کتاب القراءات (۲۹۳۶) مسند احمد (۵۸/۲)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا
يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ
الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

جس دن قیامت برپا ہوجائے گی گنہگار لوگ قسمیں کھانے لگیں گے۔ کہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے اسی طرح یہ بہکے ہوئے ہی رہے ○ اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ جواب دیں گے کہ تم تو جیسا کہ کتاب اللہ میں ہے یوم قیامت تک ٹھہرے رہے آج کا یہ دن قیامت ہی کا دن ہے۔ لیکن تم تو یقین ہی نہیں مانتے تھے ○ آج ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی ○

روز قیامت کا ذکر: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفار دنیا اور آخرت کے کاموں سے بالکل جاہل ہیں۔ دنیا میں ان کی جہالت تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے رہے اور آخرت میں یہ جہالت کریں گے کہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت ہی رہے۔

اس سے ان کا مقصد یہ ہوگا کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں ہم پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی۔ ہمیں معذور سمجھا جائے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ جیسے یہاں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں دنیا میں یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ فرماتا ہے کہ علماء کرام جس طرح ان کے اس کہنے پر دنیا میں انہیں دلائل دے کر قائل معقول کرتے رہے آخرت میں بھی ان سے کہیں گے کہ تم جھوٹی قسمیں کھا رہے ہو۔ تم کتاب اللہ یعنی کتاب الاعمال میں اپنی پیدائش سے لے کر جی اٹھنے تک ٹھہرے رہے لیکن تم بے علم اور نرے جاہل لوگ ہو۔ پس قیامت کے دن ظالموں کو اپنے کرتوت سے معذرت کرنا محض بے سود رہے گا۔ اور وہ دنیا کی طرف لوٹائے نہ جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ [1] یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں تو لوٹ نہیں سکتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں، تو ان کے پاس کوئی بھی نشان لایئے کافر تو یہی کہیں گے کہ تم بیہودہ گو جھوٹے ہو ○ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر کر دیتا ہے ○ تو صبر کر یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تجھے وہ لوگ خفیف نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے ○

---

[1] [سورۃ فصلت: آیت ۲۴]

قرآن میں ہر چیز کی وضاحت: حق کو ہم نے اس پاک کلام میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور مثالیں دے دے کر سمجھا دیا ہے کہ لوگوں پر حق کھل جائے اور اس کی تابعداری میں لگ جائیں۔ ان کے پاس تو کوئی بھی معجزہ آ جائے کیسا ہی نشان حق دیکھ لیں لیکن یہ تو جھٹ سے بلاغور علی الفور کہہ دیں گے کہ یہ جادو ہے باطل ہے جھوٹ ہے دیکھئے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

خود قرآن کریم کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ، میں ہے کہ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کا معائنہ کر لیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ بے علم لوگوں کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ جاتی ہے۔ اے نبی (ﷺ) آپ صبر کیجئے۔ ان کی مخالفت اور دشمنی پر درگزر کئے چلے جایئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور تمہیں ایک دن ان پر غالب کرے گا اور تمہاری امداد کر فرمائے گا۔ اور دنیا اور آخرت میں تجھے اور تیرے تابعداروں کو مخالفین پر غلبہ دے گا۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنے کام پر لگے رہو حق پر جم جاؤ اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو اسی میں ساری ہدایت ہے باقی سب باطل کے ڈھیر ہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں تھے کہ ایک خارجی نے آپ کا نام لے کر زور سے اس آیت کی تلاوت کی ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ [2] آپ نے خاموشی سے اس آیت کو سنا سمجھا اور نماز ہی میں اس کے جواب میں آیت ﴿فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ تلاوت فرمائی (ابن جریر، ابن ابی حاتم) [3] (وہ حدیث جس سے اس مبارک سورت کی فضیلت اور اس کی قرأت کا صبح کی نماز میں مستحب ہونا ثابت ہے)۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اسی صورت کی قرأت کی۔ اثناءِ قرأت میں آپ کو وہم سا ہو گیا فارغ ہو کر فرمانے لگے تم میں بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن باقاعدہ ٹھیک ٹھاک وضو نہیں کرتے۔ تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوا سے اچھی طرح وضو کرنا چاہیئے (مسند احمد) [4] اس کی سند حسن ہے متن بھی حسن ہے اور اس میں ایک عجیب بھید اور بہت بڑی خبر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے مقتدیوں کے وضو بالکل درست نہ ہونے کا اثر آپ پر بھی پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدیوں کی نماز امام کی نماز کے ساتھ معلق ہے۔ الحمدللہ سورۂ روم کی تفسیر ختم ہوئی۔

---

[1] [سورة یونس: آیت ۹۶۔۹۷] [2] [سورة الزمر: آیت ٦٥]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰/۲۰۰)]

[4] [**حسن**: مسند احمد (٣/٤٧١)، (٥/٣٦٨) نسائی: کتاب الافتتاح: باب القراءة فی الصبح بالروم (٩٤٨)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٢٤١)] علامہ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (٢٢٢) الموسوعة الحدیثیة (١٥٨٧٤)]

تفسیر سورہ لقمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ

یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ

عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع

الٓمٓ ○ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ جو نیک کاروں کے لئے رہبر اور سراسر رحمت ہے ○ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں ○

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے اول ہی میں حروف مقطعات کے معنی اور مطلب کی توضیح کردی گئی ہے۔ یہ قرآن ہدایت' شفا اور رحمت ہے ان نیک کاروں کے لئے جو شریعت کے پورے پابند ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں ارکان واوقات وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ہی نوافل سنت وغیرہ بھی نہیں چھوڑتے۔ فرض زکوۃ ادا کرتے ہیں صلہ رحمی' سلوک' احسان' سخاوت اور داد ودہش کرتے رہتے ہیں۔ آخرت کی جزاء کا انہیں کامل مکمل یقین ہے اس لئے اللہ کی طرف پوری رغبت کرتے ہیں ثواب کے کام کرتے ہیں۔ اور رب کے اجر پر نظریں رکھتے ہیں۔ نہ ریا کاری کرتے ہیں نہ لوگوں سے داد چاہتے ہیں ان اوصاف والے راہ یافتہ ہیں۔ راہ اللہ پر لگا دیئے گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دین ودنیا میں فلاح نجات اور کامیابی حاصل کریں گے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ

وَّ یَتَّخِذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۶﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی

مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡہِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو راہ الٰہی سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والے عذاب ہیں ○ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ ہیں تو اسے دردناک عذاب کی خبر سنادے ○

گانے بجانے اور موسیقی کی حرمت: اوپر بیان ہوا تھا نیک بختوں کا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے تھے اور اسے سن کر نفع اٹھاتے تھے۔ تو یہاں بیان ہو رہا ہے ان بدبختوں کا جو کلام الٰہی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں

اور بجائے اس کے گانے بجانے اور باجے گاجے ڈھول تاشے سنتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اللہ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ [1] ایک اور جگہ ہے کہ آپ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے گانا اور راگ اور راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، علی بن بذیمہ رحمہم اللہ کا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچے یہاں مراد خرید سے اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ وہ باطل کی بات کو حق پر پسند کرلے۔ اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کرلے۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ لغو بات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید وفروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کھانا حرام ہے انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ [2] امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے غریب کہا ہے اور اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں خود علی ان کے استاد اور ان کے تمام شاگرد ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم، ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد اس سے شرک ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو اللہ سے اور اتباع شرع سے روکے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اس سے غرض اس کی اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ ایک قرأت میں ﴿لِيَضِلَّ﴾ ہے تو لام لام عاقبت ہوگا یا لام تعلیل ہوگا۔ یعنی امر تقدیری ان کی اس کارگزاری سے ہو کر رہے گا۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ کو ہنسی بنا لیتے ہیں۔ آیات اللہ کو بھی مذاق میں اڑاتے ہیں اب ان کا انجام بھی سن لو کہ جس طرح انہوں نے اللہ کی راہ کی، کتاب اللہ کی اہانت کی قیامت کے دن ان کی اہانت ہوگی اور خطرناک عذاب میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں، باجوں گاجوں، راگ راگنیوں پر ریجھا ہوا ہے۔ یہ قرآن کی آیتوں سے بھاگتا ہے کان ان سے بہرے کرلیتا ہے، یہ اسے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ سن بھی لیتا ہے تو بے سنی کردیتا ہے۔ لیکن ان کا سننا اسے ناگوار گزرتا ہے کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ اسے فضول کام قرار دیتا ہے چونکہ اس کی کوئی اہمیت اور عزت اس کے دل میں نہیں اس لئے وہ ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا وہ تو ان سے محض بے پرواہ ہے۔ یہ یہاں اللہ کی آیتوں سے اکتاتا ہے تو قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ اکتا اکتا اٹھے۔ یہاں آیات قرآنی سن کر اسے دکھ ہوتا ہے وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔

---

[1] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰/۱۲۷) مستدرك حاكم (۲/۴۱۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب سورة لقمان (۳۱۹۵) ابن ماجه: كتاب التجارات: باب ما لا یحل بیعه (۲۱٦۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۸۰۳۵)] امام ترمذیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] البتہ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کام بھی مطابق سنت کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ کا سچا وعدہ ہے' وہ بہت بڑی عزت والا اور کامل حکمت والا ہے ○

نیکوں کے لیے ہمیشہ کی جنت: نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ پر ایمان لائے رسول کو مانتے رہے شریعت کی ماتحتی میں نیک کام کرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن میں طرح طرح کی نعمتیں' لذیذ غذائیں' بہترین پوشاکیں' عمدہ عمدہ سواریاں' پاکیزہ نورانی چہروں والی بیویاں ہیں۔ وہاں انہیں اور ان کی نعمتوں کو دوام ہے کبھی زوال نہیں۔ نہ تو یہ مریں نہ ان کی نعمتیں فنا ہوں نہ کم ہوں نہ خراب ہوں۔ یہ حتماً اور یقیناً ہونے والا ہے کیونکہ اللہ فرما چکا ہے اور رب کی باتیں بدلتی نہیں اس کے وعدے ٹلتے نہیں۔ وہ کریم ہے' منان ہے' محسن ہے' منعم ہے' جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے' عزیز ہے' سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' حکیم ہے' کوئی کام کوئی بات کوئی فیصلہ خالی از حکمت نہیں۔ اس نے قرآن کریم کو مومنوں کے لئے ہادی اور شافی بنایا ہے ہاں بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہیں آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ [1] اور آیت ہے ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [2] یعنی جو قرآن ہم نے نازل فرمایا ہے وہ مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالم تو نقصان میں ہی بڑھتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ۧ

اس نے آسمانوں کو بغیر ستون پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے ○ یہ ہے مخلوق اللہ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ۔ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ○

پہاڑ بطور میخیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔ واقع ہی میں کوئی ستون ہے نہیں۔ گو مجاہد رحمہ اللہ کا یہ

---

[1] [سورة فصلت: آيت ٤٤] [2] [سورة بني اسرائيل: آيت ٨٢]

قول بھی ہے کہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے۔ اس مسئلہ کا پورا فیصلہ میں سورۂ رعد کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس نے اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے۔ اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔ اپنا خالق اور اخلق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگادی جو دیکھنے میں خوش منظر کھانے میں بے ضرر۔ نفع میں بہت بہتر۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔ اللہ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم اس کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے فی الواقع اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا، بہرا، بے عقل، بے علم، بے سمجھ، بے وقوف اور کون ہوگا؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ کا شکر کر، ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تو بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ○

حضرت لقمان علیہ السلام کا تعارف: اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے پرہیزگار ولی اور اللہ کے پیارے بزرگ بندے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نوبی تھے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ مصر کے رہنے والے حبشی تھے۔ آپ کو حکمت عطا ہوئی تھی لیکن نبوت نہیں ملی تھی۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ تین شخص جو تمام لوگوں سے اچھے تھے تینوں سیاہ رنگ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسالت پناہ کے غلام تھے۔ حضرت مجع رضی اللہ عنہ جو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے۔

حضرت خالد ربعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے کچھ دنوں کے بعد پھر ان کے آقا نے یہی حکم کیا اور کہا آج اس کے سارے گوشت میں جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لادو۔ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تو یہی دو لایا اور بدترین مانگے تو تو نے یہی لا دیئے۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہیں تو

ان سے بہترین جسم کا کوئی عضو نہیں۔اور جب یہ برے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی یہی ہیں۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے نیک بندے تھے۔سیاہ فام غلام تھے' موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے۔اور بزرگ سے یہ بھی مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ایک اور قول ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ایک مرتبہ آپ کسی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔اس نے کہا پھر تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا سچ بولنے اور بے کار کلام نہ کرنے سے۔اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بلندی کی یہ وجہ بیان کی کہ اللہ کا فضل اور امانت کی ادائیگی اور کلام کی سچائی اور بے نفع کاموں کو چھوڑ دینا۔ الغرض ایسے ہی آثار صاف ہیں کہ آپ نبی نہ تھے۔بعض روایتیں اور بھی ہیں جن میں گو صراحت نہیں کہ آپ نبی نہ تھے لیکن ان میں بھی آپ کا غلام ہونا بیان کیا گیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ نبی نہ تھے کیونکہ غلامی نبوت کے خلاف ہے۔انبیاء علیہم السلام عالی نسب اور عالی خاندان ہوا کرتے تھے۔

اسی لئے جمہور سلف کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے۔ہاں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نبی تھے لیکن یہ بھی جب کہ سند صحیح ثابت ہو جائے لیکن اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں۔واللہ اعلم' کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم سے ایک شخص نے کہا کیا تو بنی حسحاس کا غلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔اس نے کہا کیا تو بکریوں کا چرواہا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔کہا کیا تو سیاہ رنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ظاہر ہے میں سیاہ رنگ ہوں تم یہ بتاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یہی کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری مجلس پر رہتی ہے لوگ تیرے دروازے پر آتے رہتے ہیں اور تیری باتیں شوق سے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو! بھائی جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں ان پر عمل کر لو تو تم بھی مجھ جیسے ہو جاؤ گے۔آنکھیں حرام چیزوں سے بند کر لو زبان بے ہودہ باتوں سے روک لو۔مال حلال کھایا کرو۔اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' زبان سے سچ بات بولا کرو' وعدے کو پورا کیا کرو' مہمان کی عزت کیا کرو' پڑوسی کا خیال رکھو' بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دو۔انہی عادتوں کی وجہ سے میں نے بزرگی پائی ہے۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم کسی بڑے گھرانے کے امیر اور بہت زیادہ کنبے قبیلے والے نہ تھے۔ہاں ان میں بہت سی بھلی عادتیں تھیں۔وہ خوش خلق خاموش غور و فکر کرنے والے گہری نظر والے دن کو نہ سونے والے تھے۔لوگوں کے سامنے تھوکتے نہ تھے نہ پاخانہ پیشاب اور غسل کرتے تھے۔لغو کاموں سے دور رہتے تھے ہنستے نہ تھے جو کلام کرتے تھے حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا جس وقت ان کی اولاد فوت ہوئی یہ بالکل نہیں روئے۔ وہ بادشاہوں امیروں کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ غور و فکر اور عبرت و نصیحت حاصل کریں۔اسی وجہ سے انہیں بزرگی ملی۔حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے ایک عجیب اثر وارد ہے کہ حضرت لقمان کو حکمت و نبوت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے حکمت قبول فرمائی راتوں رات ان پر حکمت برسا دی گئی اور رگ و پے میں حکمت بھر دی گئی۔صبح کو ان کی باتیں اور عادتیں سب حکیمانہ ہو گئیں۔آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں

حکمت کیسے اختیار کی؟ تو جواب دیا کہ اگر اللہ مجھے نبی بنا دیتا تو اور بات تھی ممکن تھا کہ منصب نبوت کو میں نبھا جاتا۔ لیکن جب مجھے اختیار دیا گیا تو مجھے ڈر لگا کہیں ایسا نہ ہو میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں۔ اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا' اس روایت کے ایک راوی سعید بن بشیر ہیں جن میں ضعف ہے۔ واللہ اعلم' حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد حکمت سے اسلام کی سمجھ ہے۔ حضرت لقمان نہ نبی تھے نہ ان پر وحی آئی تھی پس سمجھ علم اور عبرت مراد ہے۔ ہم نے انہیں اپنا شکر بجالانے کا حکم فرمایا تھا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر جو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اس پر تو میری شکر گزاری کر۔ شکر گزار کچھ مجھ پر احسان نہیں کرتا وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ﴾ [1] نیکی والے اپنے لئے ہی بھلا توشہ تیار کرتے ہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ کو اس کی ناشکری ضرر نہیں پہنچا سکتی وہ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے ساری زمین والے بھی اگر کافر ہو جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ سب سے غنی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿13﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿14﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿15﴾

النصف

جبکہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا' بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے ○ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر' میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ○ اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو' تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا ○

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں: حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کو جو نصیحت و وصیت کی تھی اس کا بیان ہو رہا ہے یہ لقمان بن عنقاء بن سدون تھے ان کے بیٹے کا نام سہیلی کے بیان کی رو سے ثاران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اچھائی سے کیا اور یہ فرمایا ہے کہ انہیں حکمت عنایت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے جو بہترین وعظ اپنے لڑکے کو سنایا تھا اور انہیں مفید ضروری اور عمدہ نصیحتیں کی تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اولاد سے زیادہ

---

[1] [سورۃ الروم: آیت ٤٤]

پیاری چیز انسان کو اور کوئی نہیں ہوتی اور انسان اپنی بہترین اور انمول چیز اپنی اولاد کو دینا چاہتا ہے۔ تو سب سے پہلے یہ نصیحت کی کہ صرف اللہ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یاد رکھو اس سے بڑی بے حیائی اس سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب یہ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَـهُمْ بِظُلْمٍ﴾ اتری تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی مشکل آ پڑی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو؟ اور آیت میں ہے کہ ایمان کو جنہوں نے ظلم سے نہیں ملایا وہی با امن اور راہ راست والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہیں بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔ (1)

اس پہلی وصیت کے بعد حضرت لقمان دوسری وصیت کرتے ہیں اور وہ بھی درجے اور تاکید کے لحاظ سے واقعی ایسی ہی ہے کہ اس پہلی وصیت سے ملائی جائے۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (2) الخ، یعنی تیرا رب یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک واحسان کرتے رہو۔

عموماً قرآن کریم میں ان دونوں چیزوں کا بیان ایک ساتھ ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے ﴿وَهْنٌ﴾ کے معنی مشقت تکلیف ضعف وغیرہ کے ہیں۔ ایک تکلیف تو حمل کی ہوتی ہے جسے ماں برداشت کرتی ہے۔ حالت حمل کے دکھ درد کی حالت سب کو معلوم ہے پھر دو سال تک اسے دودھ پلاتی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (3) الخ، یعنی جو لوگ اپنی اولاد کو پورا پورا دودھ پلانا چاہیں ان کے لئے آخری انتہائی مدت یہ ہے کہ دو سال کامل تک ان بچوں کو ان کی مائیں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

چونکہ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (4) یعنی مدت حمل اور دودھ چھٹائی کل تیس ماہ ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ ماں کی اس تکلیف کو اولاد کے سامنے اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اولاد اپنی ماں کی ان مہربانیوں کو یاد کر کے شکر گزاری، اطاعت اور احسان کرے جیسے آیت میں فرمان عالیشان ہے ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (5) ہم سے دعا کرو اور کہو کہ میرے سچے پروردگار

---

(1) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الايمان : باب ظلم دون ظلم (٣٢)، (٤٦٢٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب صدق الايمان و اخلاصه (١٢٤ـ ١٩٧) ترمذي : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة الانعام (٣٠٦٧) مسند احمد (١/٣٨٧)]

(2) [الاسراء : ٢٣]

(3) [البقره : ٢٣٣]

(4) [الاحقاف : ١٥]

(5) [سورة الاسراء: آيت ٢٤]

میرے ماں باپ پر اس طرح رحم وکرم فرما جس طرح میرے بچپن میں وہ مجھ پر رحم وکرم کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا تا کہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مند ہو۔ سن لے آخری لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اگر میری اس بات کو مان لیا تو پھر بہترین جزا دوں گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ پیغام لے کر کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو میری باتیں مانتے رہو میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سب کو لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے۔ پھر یا تو جنت مکان بنے گی یا جہنم ٹھکانا ہوگا۔ پھر وہاں سے نہ اخراج ہوگا نہ موت آئے گی۔ [1] پھر فرماتا ہے اگر تمہارے ماں باپ تمہیں اسلام کے سوا اور دین قبول کرنے کو کہیں۔ گو وہ تمام تر طاقت خرچ کر ڈالیں خبردار! تم ان کی مان کر میرے ساتھ ہرگز شرک نہ کرنا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا چھوڑ دو نہیں دنیوی حقوق جو تمہارے ذمہ ان کے ہیں ادا کرتے رہو۔ ایسی باتیں ان کی نہ مانو بلکہ ان کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ سن لو! تم سب لوٹ کر ایک دن میرے سامنے آنے والے ہو اس دن میں تمہیں تمہارے تمام تر اعمال کی خبر دوں گا۔

طبرانی کی کتاب العشرہ میں ہے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے اللہ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں بچے یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا؟ سنو! میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ۔ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوؤں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام نہ چھوڑا اور میری ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور ہر طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی تنگ دل ہوا اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا خوشامدیں کیں سمجھایا کہ اللہ کے لئے اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی ضد میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا میری اچھی اماں جان سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں۔ واللہ! ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں بھی ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہوگئیں کھانا پینا شروع کر دیا۔

---

[1] [ابن عساكر في تاريخه (٦٢١/١٦) مستدرك حاكم (٨٣/١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ معاذ بن جبل تک صحیح ہے۔]

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ
اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹ ع ۲ ۱۱

پیارے بیٹے اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر کے تلے ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے بیٹے تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تجھ پر آ جائے اس پر صبر کرنا' یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین پر اترا اکڑ کر نہ چل' کسی تکبر کرنے والے شیخی خور کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز کو پست کر' یقیناً بد سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ذرہ برابر بھی نیکی اور بدی پیش کر دی جائے گی: حضرت لقمان کی یہ اور وصیتیں ہیں اور چونکہ یہ سب حکمتوں سے پر ہیں۔ قرآن انہیں بیان فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ فرماتے ہیں کہ برائی' خطا' ظلم چاہے رائی کے دانے کے برابر بھی ہو پھر وہ خواہ کتنا ہی پوشیدہ اور ڈھکا چھپا کیوں نہ ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پیش کرے گا میزان میں سب کو رکھا جائے گا اور بدلہ دیا جائے گا نیک کام پر جزا بد پر سزا جیسے فرمان ہے ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ﴾ [1] الخ' یعنی قیامت کے دن عدل کی ترازو رکھ کر ہر ایک کو بدلہ دیں گے کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور آیت میں ہے ذرے برابر نیکی اور ذرے برابر برائی ہر ایک دیکھ لے گا [2] خواہ وہ نیکی یا بدی کسی مکان میں' محل میں' قلعہ میں' پتھر کے سوراخ میں' آسمانوں کے کونوں میں' زمین کی تہہ میں ہو کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ اسے لا کر پیش کرے گا وہ بڑے باریک علم والا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز اس پر ظاہر ہے اندھیری رات میں چیونٹی جو چل رہی ہو اس کے پاؤں کی آہٹ کا بھی وہ علم رکھتا ہے۔ بعض نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ ﴿ اِنَّهَا ﴾ میں ضمیر شان کی اور قصہ کی ہے اور اس بنا پر انہوں نے ﴿ مِثْقَالُ ﴾ کی لام کا پیش پڑھنا بھی جائز رکھا ہے لیکن پہلی بات ہی زیادہ اچھی ہے۔ بعض کہتے ہیں ﴿ صَخْرَةٌ ﴾ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتویں آسمان اور زمین کے نیچے ہے اس کی بعض سندیں بھی سدی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہیں اگر صحیح ثابت ہو جائیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہ مروی تو ہے۔ واللہ اعلم' بہت ممکن ہے کہ یہ بھی بنی اسرائیل سے منقول ہو لیکن ان کی کتابوں کی کسی بات کو ہم نہ سچی مان سکیں نہ جھٹلا سکیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بقدر رائی کے دانہ کے کوئی عمل حقیر ہو اور ایسا پوشیدہ ہو کہ کسی پتھر کے اندر ہو۔ جیسے

---

[1] [سورة الانبياء: آيت ٤٧]
[2] [سورة الزلزلة : آيت ٧۔٨]

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی عمل کرے کسی بے سوراخ کے پتھر کے اندر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی ہو نہ سوراخ ہو تا ہم اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر ظاہر کر دے گا خواہ کچھ ہی عمل ہو نیک ہو یا بد۔ [1] پھر فرماتے ہیں بیٹے نماز کا خیال رکھنا۔ اس کے فرائض‘ اس کے واجبات‘ ارکان اوقات وغیرہ کی پوری حفاظت کرنا۔ اپنی طاقت کے مطابق پوری کوشش کے ساتھ اللہ کی باتوں کی تبلیغ اپنوں‘ غیروں میں کرتے رہنا بھلی باتیں کرنے اور بری باتوں سے بچنے کے لئے ہر ایک سے کہنا۔ اور چونکہ نیکی کا حکم یعنی بدی سے روکنا جو عموماً لوگوں کو کڑوی لگتی ہے۔ اور حق گو شخص سے لوگ دشمنی رکھتے ہیں اس لئے ساتھ ہی فرمایا کہ لوگوں سے جو ایذا اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنا در حقیقت اللہ کی راہ میں ننگی شمشیر رہنا اور حق پر مصیبتیں جھیلتے ہوئے پست ہمت نہ ہونا یہ بڑا بھاری اور جوانمردی کا کام ہے۔ پھر فرماتے ہیں‘ اپنا منہ لوگوں سے نہ موڑ انہیں حقیر سمجھ کر یا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر لوگوں سے تکبر نہ کرنا۔ بلکہ نرمی برت خوش خلقی سے پیش آ۔ خندہ پیشانی سے بات کر۔ حدیث شریف میں ہے کسی مسلمان بھائی سے تو کشادہ پیشانی سے ہنس مکھ ہو کر مل لے یہ بھی تیری بڑی نیکی ہے۔ تہبند اور پاجامے کو ٹخنے سے نیچا نہ کر‘ یہ تکبر و غرور ہے اور تکبر اور غرور اللہ کو ناپسند ہے۔ [2] حضرت لقمان رحمہ اللہ بھی اپنے بچے کو تکبر نہ کرنے کی وصیت کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھ کر تو ان سے منہ موڑ لے اور مسکینوں سے بات کرنے سے بھی شرمائے۔ منہ موڑے ہوئے بات کرنا بھی غرور میں داخل ہے۔ باچھیں پھاڑ کر لہجہ بدل کر حاکمانہ انداز کے ساتھ گھمنڈ بھرے الفاظ سے بات چیت بھی ممنوع ہے۔

”صعر“ ایک بیماری ہے جو اونٹوں کے گردن میں ظاہر ہوتی ہے یا سر میں اس سے گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پس متکبر شخص کو اسی ٹیڑھے منہ والے شخص سے ملا دیا گیا ہے۔ عرب عموماً تکبر کے موقعہ پر صعر کا استعمال کرتے ہیں اور یہ استعمال ان کے شعروں میں بھی موجود ہے۔ زمین پر تن کر‘ اکڑ کر‘ اترا کر‘ غرور و تکبر سے نہ چلو یہ چال اللہ کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند رکھتا ہے جو خود بین‘ متکبر‘ سرکش اور فخر و غرور کرنے والے ہوں اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ [3] الخ‘ یعنی اکڑ کر زمین پر نہ چلو نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔ اس آیت کی تفسیر بھی اس کی جگہ گزر چکی ہے۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ تکبر کا ذکر آ گیا تو آپ ﷺ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ ایسے خود پسند مغرور لوگوں سے اللہ غصے ہوتا ہے اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں جب کپڑے دھوتا ہوں اور خوب سفید ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت اچھے بھلے لگتے ہیں میں ان سے خوش ہوتا ہوں۔ اسی طرح جوتے میں اچھا تسمہ بھلا لگتا ہے۔ کوڑے کا خوبصورت

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳/۲۸) مسند ابو یعلی (۱۳۷۸) مستدرك حاكم (۴/۳۱۴)] اس کی سند میں دراج اور ابن لہیعہ دونوں ضعیف ہیں۔]

[2] [صحیح : ابو داؤد : كتاب اللباس : باب اسبال الازار (۴۰۸۴) مسند احمد (۴/۶۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳۷]

غلاف بھلا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے تکبر اس کا نام ہے کہ تو حق کو حقیر سمجھے اور لوگوں کو ذلیل خیال کرے [1] یہ روایت اور طریق سے بہت لمبی مروی ہے اور اس میں حضرت ثابت کے انتقال اور ان کی وصیت کا ذکر بھی ہے۔ اور میانہ روی کی چال چلا کر نہ بہت آہستہ خراماں خراماں نہ بہت جلدی لمبے ڈگ بھر بھر کے۔ کلام میں مبالغہ نہ کر بے فائدہ چیخ چلا نہیں۔ بدترین آواز گدھے کی ہے۔ جو پوری طاقت لگا کر بے سود چلاتا ہے۔ باوجودیکہ وہ بھی اللہ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ بھی بری مثال دے کر سمجھا دیا کہ بلاوجہ چیخنا ڈانٹ ڈپٹ کرنا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بری مثالوں کے لائق ہم نہیں۔ اپنی دے دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ [2] نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔ [3] ایک روایت میں ہے رات کو۔ [4] واللہ اعلم یہ وصیتیں حضرت لقمان حکیم کی نہایت ہی نفع بخش ہیں۔ قرآن حکیم نے اسی لئے بیان فرمائی ہیں۔ آپ سے اور بھی بہت سے حکیمانہ قول اور وعظ ونصیحت کے کلمات مروی ہیں۔ بطور نمونہ کے اور دستور کے ہم بھی تھوڑے سے بیان کرتے ہیں۔ مسند میں بزبان رسول اللہ ﷺ حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اللہ کو جب کوئی چیز سونپ دی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ [5] اور حدیث میں آپ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ تصنع سے بچ یہ رات کے وقت ڈراؤنی چیز ہے اور دن کو مذمت وبرائی والی چیز ہے [6] آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے

---

[1] [اسنادہ ضعیف ولہ شواھد: طبرانی کبیر (۱۳۱۷)۔ بزار فی کشف الاستار (۳۰۷۸)] اس کی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۳/۵)] مگر اس کے صحیح شاہد موجود ہیں۔ دیکھئے: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب تحریم الکبر (۱۳۱)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الھبة: باب لا یحل لا حد ان یرجع فی ھبتہ وصدقتہ (۲۶۲۱) صحیح مسلم: کتاب الھبات: باب تحریم الرجوع فی الصدقة والھبة (۴۱۴۶) ابن ماجہ: کتاب الصدقات: باب الرجوع فی الصدقة (۲۳۹۱) ابو داؤد: کتاب البیوع والاجارات: باب الرجوع فی الھبة (۳۵۳۸) نسائی: کتاب الھبة (۳۶۹۵) مسند احمد (۲۱۷/۱)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب خیر مال المسلم غنم (۳۳۰۳) صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب استحباب الدعاء عند صیاح الدیك (۲۷۲۹) ابو داؤد: کتاب الادب: باب ماجآء فی الدیك والبھائم (۵۱۰۲) ترمذی: کتاب الدعوات: باب ما یقول اذا سمع نھیق الحمار (۳۴۵۹)]

[4] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الادب: باب ماجآء فی الدیك والبھائم (۵۱۰۳) صحیح ابوداود للألبانی]

[5] [صحیح: مسند احمد (۸۷/۲) النسائی فی الیوم واللیلة (۵۱۷) بیھقی فی شعب الایمان (۳۳۴۴) مسند عبد بن حمید (۸۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۵۶۰۶)]

[6] [ضعیف: مستدرك حاکم (۴۱۱/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اگر وہ لوگ ذکر اللہ کریں تو تم ان میں سب سے پہلے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر وہ گپ شپ کریں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔ مروی ہے کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لئے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہوگئی تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حبشیوں کو دوست رکھا کران میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں لقمان حکیم، نجاشی رحمہ اللہ اور بلال موذن رضی اللہ عنہ۔ (1)

تواضع وانکساری کا بیان: ''حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بچے کو اس کی وصیت کی تھی اور ابن ابی الدنیا نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے''۔ ہم اس میں سے اہم باتیں یہاں ذکر کر دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بہت سے پراگندہ بالوں والے میلے کچیلے کپڑوں والے جو کسی بڑے گھر تک نہیں پہنچ سکتے اللہ کے ہاں اتنے بڑے مرتبہ والے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم لگا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی پوری فرمادے۔ (2) اور حدیث میں ہے براء بن مالک رضی اللہ عنہ ایسے ہی لوگوں سے ہیں۔ (3) ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قبر رسول اللہ ﷺ کے پاس روتے دیکھ کر دریافت فرمایا تو جواب ملا کہ صاحب قبر ﷺ سے ایک حدیث میں نے سنی ہے جسے یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے جو متقی ہیں جو لوگوں میں چھپے چھپائے ہیں جو کسی گنتی میں نہیں آتے اگر وہ کسی مجمع میں نہ ہوں تو کوئی ان کا پرسان حال نہیں اگر آ جائیں تو کوئی آؤ بھگت نہیں لیکن ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر ایک غبار آلود اندھیرے سے بچ کر نور حاصل کر لیتے ہیں۔ (4) حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ میلے کچیلے کپڑوں والے جو ذلیل گنے جاتے ہیں اللہ کے ہاں ایسے مقرب ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ پوری کر دے گو انہیں اللہ نے دنیا نہیں

---

(1) [**ضعیف جدا**: طبرانی کبیر (۱۱۴۸۲) ابن حبان فی المجروحین (۱/ ۱۸۰)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [۲/ ۲۳۱] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔]

(2) [**صحیح**: ترمذی: کتاب المناقب: باب مناقب البراء بن عاذب (۳۸۵٤) طبرانی اوسط (۸٦۵) مجمع الزوائد (۱۰/ ۲٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(3) [**صحیح**: مستدرك حاکم (۳/ ۲۹۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(4) [**ضعیف**: ابن ماجه: کتاب الفتن: باب من ترجی له السلامة من الفتن (۳۹۸۹) ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۸) مستدرك حاکم (۱/ ٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

دی لیکن اگر ان کی زبان سے پوری جنت کا سوال بھی نکل جائے تو اللہ تعالیٰ پورا کر لیتا ہے۔ (1)

آپ فرماتے ہیں میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر آ کر وہ لوگ ایک دینار ایک درہم بلکہ ایک فلوس بھی مانگیں تو تم نہ دو لیکن اللہ کے وہ ایسے پیارے ہیں کہ اللہ سے جنت کی جنت مانگیں تو پروردگار دے دے ہاں دنیا نہ تو انہیں دیتا ہے نہ روکتا ہے اس لئے کہ یہ کوئی قدر کے قابل چیز نہیں۔ یہ میلی کچیلی دو چادروں میں رہتے ہیں اگر کسی موقعہ پر قسم کھا بیٹھیں تو جو قسم انہوں نے کھائی ہو اللہ پوری کرتا ہے۔ (2)

حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں غبار آلود اور گرد سے اٹے ہوئے وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو اجازت نہیں ملتی اگر کسی بڑے گھرانے میں نکاح کی مانگ کر ڈالیں تو وہاں کی بیٹی نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور ان کی امنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے ہی خود ہی فوت ہو جاتی ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کے لئے کافی ہو جائے۔ (3) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے ملک و منال والے عزت وجلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں' نہروں میں' نعمتوں میں' راحتوں میں مشغول ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری کا ارشاد ہے سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو مومن ہو' کم مال والا' کم عال وعیال والا' غازی' عبادت و اطاعت گزار' پوشیدہ وعلانیہ مطیع ہو' لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو' اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں' اور وہ اس پر صابر ہو' پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ جھاڑ کر فرمایا اس کی موت جلدی آ جاتی ہے اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے اس کی رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ (4) فرماتے ہیں اللہ کے سب سے زیادہ محبوب بندے غرباء ہیں جو اپنے دین کو لئے پھرتے ہیں جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں یہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر انعام و اکرام نہیں کیا؟ کیا میں نے تجھے دیا نہیں؟ کیا میں نے تیرا جسم نہیں ڈھانپا؟ کیا میں نے تمہیں یہ نہیں دیا؟ کیا وہ نہیں دیا؟ کیا لوگوں میں تجھے عزت

---

(1) [ضعیف دون الجملة: مسند بزار (٣٦٢٨) مجمع الزوائد (١٠/٢٦٤)] اس کی سند میں حمید بن عطا ضعیف ہے۔ [میزان (١/٦١٤)] البتہ اس کا پہلا حصہ صحیح ہے۔]

(2) [مرسل وضعیف: ابن ابی الدنیا فی الاولیاء (٩)]

(3) [منقطع وضعیف: بیهقی فی شعب الایمان (١٠٤٨٦)] عوف کا ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں۔]

(4) [ضعیف: ابن ماجه: کتاب الزهد: باب من لا یؤبه له (٤١١٧) ترمذی: کتاب الزهد: باب ما جآء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٧)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن یزید راوی ضعیف ہے۔]

نہیں دی تھی؟ وغیرہ تو جہاں تک ہو سکے ان سوالوں کے جواب دینے کا موقعہ کم ملے اچھا ہے۔ لوگوں کی تعریفوں سے کیا فائدہ اور مذمت کریں تو کیا نقصان ہوگا۔ ہمارے نزدیک تو وہ شخص زیادہ اچھا ہے جسے لوگ برا کہتے ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہو۔ ابن محیریز رحمہ اللہ تو دعا کرتے تھے کہ اللہ میری شہرت نہ ہو۔ خلیل بن احمد رحمہ اللہ اپنی دعا میں کہتے تھے مجھے اپنی نگاہوں میں تو بلندی عطا فرما اور خود میری نظر میں مجھے بہت حقیر کردے اور لوگوں کی نگاہوں میں مجھے درمیانہ درجہ کا رکھ پھر شہرت کا باب باندھ کر امام صاحب اس حدیث کو لائے ہیں انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ لوگ اس کی دینداری یا دنیاداری کی شہرت دینے لگیں اور اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں اشارے ہونے لگیں۔ پس اسی میں آ کر بہت سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ بچالے۔ سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت مرسلاً مروی ہے جب آپ نے یہ روایت بیان کی تو کسی نے کہا آپ کی طرف بھی تو انگلیاں اٹھتی ہیں آپ نے فرمایا سمجھے نہیں مراد انگلیاں اٹھنے سے دینی بدعت ہے یا دنیوی فسق و فجور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ شہرت حاصل کرنا نہ چاہو۔ اپنے آپ کو اونچا نہ کرو کہ لوگوں میں تذکرے ہونے لگیں علم حاصل کرو لیکن چھپاؤ چپ رہو تاکہ سلامت رہو نیکوں کو خوش رکھو بدکاروں سے تصرف رکھو۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں شہرت کا چاہنے والا اللہ کا ولی نہیں ہوتا۔ حضرت ایوب رحمہ اللہ کا فرمان ہے جسے اللہ دوست بنا لیتا ہے وہ تو لوگوں سے اپنا درجہ چھپاتا پھرتا ہے۔

محمد بن علاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے دوست لوگ اپنے تئیں ظاہر نہیں کیا کرتے۔ سماک بن سلمہ رحمہ اللہ کا قول ہے عام لوگوں کے میل جول سے اور احباب کی زیادتی سے پرہیز کرو۔ حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اپنے دین کو سالم رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں سے کم جان پہچان رکھو۔ حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قاعدہ تھا جب دیکھتے کہ ان کی مجلس میں تین سے زیادہ لوگ جمع ہو رہے ہیں تو انہیں چھوڑ کر خود چل دیتے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ بھیڑ دیکھی تو فرمانے لگے طمع کی مکھیاں اور آگ کے پروانے جمع ہو گئے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو لوگ گھیرے کھڑے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑا تانا اور فرمایا اس میں تابع کی ذلت اور متبوع کے لئے فتنہ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب لوگ چلنے لگے تو آپ نے فرمایا اگر میرا باطن تم پر ظاہر ہو جائے تو تم میں سے دو بھی شاید میرے پیچھے چلنا پسند نہ کرو۔ حماد بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں جب ہم کسی مجلس کے پاس سے گزرتے اور ہمارے ساتھ ایوب رحمہ اللہ ہوتے تو لوگ سلام کرتے اور وہ سختی سے جواب دیتے۔ پس یہ ایک نعمت تھی۔ آپ لمبی قمیض پہنتے اس پر لوگوں نے کہا تو آپ نے جواب دیا کہ لمبی قمیض اگلے زمانہ میں شہرت کی چیز تھی۔ لیکن یہ شہرت اس کے اونچا کرنے میں ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی ٹوپیاں مسنون رنگ کی رنگوائیں کچھ دنوں پہن کر اتار دیں اور فرمایا میں نے دیکھا عام لوگ انہیں نہیں پہنتے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نہ تو ایسا لباس پہنو کہ لوگوں کی انگلیاں اٹھیں نہ اتنا گھٹیا پہنو کہ لوگ حقارت سے دیکھیں۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام سلف کا یہی معمول تھا کہ نہ بہت بڑھیا کپڑا پہنتے تھے نہ بالکل گھٹیا۔ ابوقلابہ رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص بہت ہی بہترین اور شہرت کا لباس پہنے

ہوئے آیا تو آپ نے فرمایا اس آواز دینے والے گدھے سے بچو۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دلوں میں تو تکبر بھر رکھا ہے اور ظاہری لباس میں تواضع کر رکھی ہے گویا چادر ایک بھاری ہتھوڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا میرے سامنے تو درویشوں کی پوشاک میں آئے ہو حالانکہ تمہارے دل بھیڑیوں جیسے ہیں۔ سنو لباس چاہے بادشاہوں جیسا پہنو مگر دل خوف اللہ سے نرم رکھو۔

اچھے اخلاق کا بیان: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر اخلاق والے تھے (1) آپ سے سوال ہوا کہ کونسا مومن بہتر ہے؟ فرمایا اچھے اخلاق والا۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ باوجود کم اعمال کے صرف اچھے اخلاق کی وجہ سے انسان بڑے بڑے درجے اور جنت کی اعلیٰ منزل حاصل کر لیتا ہے۔ اور باوجود بہت ساری نیکیوں کے صرف اخلاق کی برائی کی وجہ سے جہنم کے نیچے کے طبقے میں چلا جاتا ہے۔ (3) فرماتے ہیں اچھے اخلاق ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ (4) فرماتے ہیں انسان اپنی خوش اخلاقی کے باعث راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزے رکھنے والوں کے درجوں کو پا لیتا۔ (5) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ دخول جنت کا موجب عام طور سے کیا ہے؟ فرمایا اللہ کا ڈر اور اخلاق کی اچھائی۔ پوچھا گیا عام طور سے جہنم میں کونسی چیز لے جاتی ہے؟ فرمایا دو سوارخ دار چیزیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔ (6) ایک مرتبہ چند اعراب کے اس سوال پر کہ انسان کو سب سے بہتر عطیہ کیا ملا ہے؟ فرمایا حسن خلق۔ (7) فرماتے ہیں نیکی کی ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی چیز اور کوئی نہیں۔ (8) فرماتے ہیں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ (9) فرماتے ہیں جس طرح مجاہد کو جو

---

(1) [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب کان رسول الله احسن الناس خلقا (۵۹۷۰)]

(2) [**حسن**: ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر الموت والاستعداد له (۴۲۵۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجہ]

(3) [**ضعیف**: ابن ابی الدنیا (۱۶۸) طبرانی کبیر (۱/۶۰) مجمع الزوائد (۸/۲۵)]

(4) [**ضعیف**: ابن ابی الدنیا (۱۶۹)] اس کی سند میں سنان بن ہارون راوی ضعیف ہے۔]

(5) [**صحیح**: ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی حسن الخلق (۴۷۹۸) مسند احمد (۶/۹۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

(6) [**حسن**: ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی حسن الخلق (۲۰۰۴) ابن ماجه (۴۲۴۶) صحیح ابن حبان (۴۷۶)] امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

(7) [**صحیح**: مسند احمد (۲۷۸/۴) مستدرك حاکم (۱/۱۲۱) مسند حمیدی (۸۲۴) الادب المفرد للبخاری (۲۹۱) نسائی فی السنن الکبری (۷۵۵۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند کو صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ شیخین کے راوی ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۸۴۵۴)]

(8) [**صحیح**: ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ما جآء فی حسن الخلق (۲۰۰۲) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی حسن الخلق (۴۷۹۹)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۸۷۶)]

(9) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب فی صفة النبی (۳۵۵۹) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب کثرة حیائه (۲۳۲۱)]

راہ اللہ میں جہاد کرتا ہے صبح شام اجر ملتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق پر بھی اللہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ [1] ارشاد ہے تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ بغض ونفرت کے قابل اور مجھ سے سب سے دور جنت میں وہ ہوگا جو بدخلق' بد گو' بدکلام' بدزبان ہوگا۔ [2] فرماتے ہیں کامل ایماندار اچھے اخلاق والے ہیں جو ہر ایک سے سلوک ومحبت سے ملیں جلیں۔ [3] ارشاد ہے جس کی پیدائش اور اخلاق اچھے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم کا لقمہ نہیں بنائے گا۔ ارشاد ہے دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوتیں بخل اور بداخلاقی۔ [4] فرماتے ہیں بدخلقی سے زیادہ بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس لئے کہ بداخلاقی سے ایک سے ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ [5] حضور ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بداخلاقی سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اچھے اخلاق سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقیاں نیک اعمال کو غارت کر دیتی ہیں جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔ [6] حضور ﷺ فرماتے ہیں غلام خریدنے سے غلام نہیں بڑھتے البتہ خوش اخلاقی سے بہت سے لوگ گرویدہ اور جان نثار ہو سکتے ہیں۔ [7] امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اچھا خلق دین کی مدد کرتا ہے۔

تکبر کی مذمت: حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو۔ اور وہ جہنمی نہیں جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو۔ [8] فرماتے ہیں جس دل میں ایک ذرے کے برابر تکبر ہے وہ اندھے منہ جہنم میں جائے گا۔ [9] ارشاد ہے کہ انسان اپنے غرور اور خود پسندی میں بڑھتے

---

[1] [ضعیف : ابن ابی الدنیا فی التواضع و الخمول (۱۷۶)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن : مسند احمد (۱۹۳/٤) ترمذی : کتاب البر و الصلۃ (۲۰۱۸)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۲٤/۸)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[السلسلۃ الصحیحۃ (۷۹۱) صحیح الجامع الصغیر (۳۷۰٤) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۷٤۳)]

[3] [ضعیف : ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۱۷۸) بیھقی فی شعب الایمان (۸۱۱۸)]

[4] [ضعیف و مرسل : ابن ابی الدنیا فی التواضع والخمول (۱۸۰)]

[5] [ضعیف : ترمذی : کتاب البر و الصلہ : باب ما جاء فی البخیل (۱۹٦۲) مسند عبد بن حمید (۹۹٦) الادب المفرد للبخاری (۲۸۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلۃ الضعیفہ (۱۱۱۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں صدقہ بن موسیٰ ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف و مرسل: ابن ابی الدنیا (۱۸۳)] اس میں مروان بن سالم راوی ضعیف ہے۔]

[7] [ضعیف : ابن ابی الدنیا (۱۸٤)] اس میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔]

[8] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان (۳۹) ابن ماجہ: کتاب الزھد (٤۱۷۳) ترمذی : کتاب البر والصلۃ (۱۹۹۸) مسند احمد (٤۱۳/۱)]

[9] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۲۱۵/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مرفوعاً صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۹۱۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

بڑھتے اللہ کے ہاں جباروں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر سرکشوں کے عذاب میں پھنس جاتا ہے۔[1] امام مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے آپ کے دربار میں اس وقت دو لاکھ انسان تھے اور دو لاکھ جن تھے آپ کو آسمان تک پہنچایا گیا یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی۔ اور پھر زمین تک لایا گیا یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے آپ کے قدم بھیگ گئے۔ پھر ہاتفِ غیب نے ندا دی کہ اگر اس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو جتنا اونچا گیا تھا اس سے زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں انسان کی ابتدائی پیدائش کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ دو شخصوں کی پیشاب گاہ سے نکلتا ہے۔ اس طرح اسے بیان فرمایا کہ سننے والے کراہت کرنے لگے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے جس نے دو شخصوں کو قتل کر دیا وہ بڑا ہی سرکش اور جبار ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًاۢ بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ﴾[2] کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے؟ جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ تیرا ارادہ تو دنیا میں سرکش اور جبار بن کر رہنے کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کا مقولہ ہے وہ انسان جو ہر دن میں دو مرتبہ اپنا پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے وہ کس بنا پر تکبر کرتا ہے اور اس کا وصف اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ ضحاک بن سفیان رحمہ اللہ سے دنیا کی مثال اس چیز سے دینا بھی مروی ہے جو انسان سے نکلتی ہے۔ امام محمد بن حسین بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس دل میں جتنا تکبر اور گھمنڈ ہوتا ہے اتنی ہی عقل اس کی کم ہو جاتی ہے۔ یونس بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں سجدہ کرنے کے ساتھ تکبر اور توحید کے ساتھ نفاق نہیں ہوا کرتا۔ بنی امیہ مار مار کر اپنی اولاد کو اکڑ کر چلنا سکھاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو آپ کی خلافت سے پہلے ایک مرتبہ اٹھلاتی ہوئی چال چلتے ہوئے دیکھ کر حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے ان کے پہلو میں ایک ٹھونگا مارا اور فرمایا یہ چال اس کی جس کے پیٹ میں پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے معاف فرمایئے ہمیں مار مار کر اس چال کی عادت ڈلوائی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص فخر و غرور سے اپنا کپڑا نیچے لٹکا کر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف رحمت سے نہ دیکھے گا۔[3] فرماتے ہیں اس کی طرف اللہ قیامت کے دن نظر نہ ڈالے گا جو اپنا تہبند لٹکائے۔ ایک شخص دو عمدہ چادریں اوڑھے دل میں غرور لئے اکڑتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا قیامت تک وہ دھنستا ہوا چلا جائے گا۔[4]

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۲۱۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے بخاری کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۰۱۵)]

[2] [سورۃ القصص: آیت ۱۹]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخيلاء (۵۷۸۹) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحريم التبختر في المشي (۲۰۸۸)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب من جر ثوبه من الخيلاء (۳۴۸۵)]

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى
وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ﴿٢١﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں، بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں ○ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی کی تابعداری کریں گے' بھلا اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو ○

نعمتوں کی یاددہانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے لئے کام میں مشغول ہیں چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں بادل' بارش' اولے' خنکی' سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں خود آسمان تمہارے لئے محفوظ اور مضبوط چھت ہے۔ زمین کی نہریں' چشمے' دریا' سمندر' درخت' کھیتی' پھل یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بیشمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے تمہیں دے رکھی ہیں مثلاً رسولوں کا بھیجنا' کتابوں کا نازل فرمانا' شک وشبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ۔ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اس ذات پر سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اب تک اللہ کے بارے میں یعنی اس کی توحید اور اس کے رسولوں کی رسالت کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں اور محض جہالت سے' ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو تو بڑی بے حیائی سے جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے اگلوں کی تقلید کریں گے گو ان کے باپ دادے محض بے عقل اور بے راہ شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے اور اس نے انہیں دوزخ کی راہ پر ڈال دیا تھا یہ تھے ان کے سلف اور یہ ہیں ان کے خلف۔

وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ
وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٢٢﴾ وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ
إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

جو شخص اپنے منہ کو اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور ہو بھی وہ نیک کار اس نے مضبوط کڑا تھام لیا تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے ○ کافروں کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر ان سب کو لوٹنا تو ہماری جانب ہے اس وقت ان کے کئے کو

ہوئے سے اللہ انہیں خبردار کردے گا' وہ تو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے ○ ہم انہیں گو کچھ یونہی سا فائدہ دے دیں لیکن بالآخر ہم انہیں نہایت بے چارگی کی حالت میں سخت عذابوں کی طرف ہنکا لئے جائیں گے ○

عذاب سے نجات کا وعدہ: فرماتا ہے کہ جو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے۔ جو اللہ کا سچا فرمانبردار بن جائے جو شریعت کا تابعدار ہو جائے اللہ کے حکموں پر عمل کرے اللہ کے منع کردہ کاموں سے باز آ جائے تو اس نے مضبوط دستاویز حاصل کر لیں گویا اللہ کا وعدہ لے لیا کہ عذابوں میں وہ نجات یافتہ ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ اے پیارے پیغمبر (ﷺ)! کافروں کے کفر سے آپ غمگین نہ ہوں۔ اللہ کی تحریر یونہی جاری ہو چکی ہے سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے۔ اس وقت اعمال کے بدلے ملیں گے اس اللہ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ دنیا میں مزے کر لیں پھر تو ان عذابوں کو بے بسی سے برداشت کرنا پڑے گا۔ جو بہت سخت اور نہایت گھبراہٹ والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [1] اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے فلاح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ دنیا کا فائدہ تو خیر الگ چیز ہے لیکن ہمارے ہاں (موت کے بعد) آنے کے بعد تو اپنے کفر کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ۔ تو کہہ دے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے' لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا غنی بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا اللہ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ! تو کہہ کہ اللہ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں۔ زمین وآسمان کی ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز اللہ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں وہی سزاوار حمد ہے وہی خوبیوں والا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا
كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۶۹ - ۷۰]

روئے زمین کے تمام درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے' بے شک وشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے ○ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد جلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا' بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے ○

اللہ کے اَن گنت کلمات: اللہ رب العالمین اپنی عزت کبریائی' بڑائی اور بزرگی' جلالت اور شان بیان فرما رہا ہے۔ اپنی پاک صفتیں اپنے بلند ترین نام اور بیشمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے جنہیں نہ کوئی گن سکے نہ شمار کر سکے نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے۔ سید البشر خاتم الانبیاء ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ﴾ [1] اے اللہ! میں تیری تعریفوں کا اتنا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثناء تو نے اپنی آپ فرمائی ہے۔ پس یہاں جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات' جلالت وبزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں ختم ہو جائیں سب سیاہیاں پوری ہو جائیں ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر اللہ کے پورے کلمات لکھنے کے لئے کافی ہو جائیں۔ نہیں یہ گنتی تو زیادتی دکھانے کے لئے ہے۔ اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں جو عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بات ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو تفسیر ہم نے کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا﴾ [2] الخ۔

یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات اللہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں۔ پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی ویسا ہی پھر ویسا ہی الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں۔ مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا جس کی تردید اس آیت میں ہو رہی ہے کہ نہ رب کے عجائبات ختم ہوں نہ اس کی حکمت کی انتہا نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ اللہ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ ان سے سوا ہے۔ یہود کے علماء نے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الصلوة: باب ما يقال في الركوع والسجود (٤٨٦) ابو داؤد: كتاب الصلوة: باب في الدعاء في الركوع والسجود (٨٧٩) ابن ماجه: كتاب الدعاء: باب ما تعوذ منه رسول الله (٣٨٤١) نسائی: كتاب الطهارة: باب ترك الوضوء من مس الرجل (١٦٩)]

[2] [سورة الكهف: آیت ١٠٩]

مدینے میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ [1] یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے، ہم یا آپ کی قوم؟ آپ نے فرمایا ہاں سب۔ انہوں نے کہا پھر کلام اللہ شریف کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ تورات میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہو اتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [2] لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہئے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں کوئی اس کے ارادے کے خلاف نہیں جا سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کی منشاء کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ اپنے افعال اقوال شریعت حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کا پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے کسی ایک شخص کو مارنا اور پیدا کرنا ہے۔ اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے جتنی دیر بھی نہیں لگتی، نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت، ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی ایک ہی آواز کے ساتھ سب جی اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے سب کے کاموں کا جاننے والا ہے۔ ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہان کے معلامات اس سے پوشیدہ نہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٣٠﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے سورج کو اسی نے فرمانبردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ○ یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے ○

اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق: رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی، گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی اسی کی قدرت کا ظہور ہے سورج چاند اسی کے تحت فرمان ہیں۔ جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جا کر اللہ

---

[1] [سورة بنی اسرائیل : آیت ۸۵]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸/۴۹)] اس کی سند میں محمد بن ابی محمد راوی مجہول ہے۔]

کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب سے اجازت چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے گا جہاں سے آیا ہے وہیں کو لوٹ جا۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو۔ اسی طرح چاند بھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ سب کا خالق سب کا عالم اللہ ہی ہے جیسے ارشاد ہے اللہ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی مثل زمینیں بنائیں۔ یہ نشانیاں پروردگار عالم اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہیں۔ سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں۔ کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں۔ گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کر لے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آ جائیں گے۔ اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہ پائیں گے۔ وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ دریا میں کشتیاں اللہ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے یقیناً اس میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب باری تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ تو ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں۔ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں ○

سمندری طوفانوں میں کام آنے والا: اللہ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے اگر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے کی اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلا رہا ہے مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح ادھر سے ادھر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة الشمس والقمر (۳۱۹۹) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان (۱۵۹) ترمذی : کتاب الفتن : باب ما جآء فی طلوع الشمس من مغربها (۲۱۸۶) مسند احمد (۱۷۷/۵)]

ادھر سے ادھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک وکفر سب بھول جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ﴾ [1] الخ' دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ﴾ [2] ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا ہو اور جب انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند کے سب کافر ہو جاتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ نے یہی تفسیر کی ہے جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ لفظی معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ یہی کہتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ [3] الخ' ان میں سے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہو اسے تو چاہئے کہ نیکیوں میں پوری کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں ﴿خَتَّارٍ﴾ کہتے ہیں غدار کو جو عہد شکن ہو۔ ﴿ختر﴾ کے معنی پوری عہد شکنی کے ہیں۔ ﴿كَفُوْرٌ﴾ کہتے ہیں منکر کو جو نعمتوں سے نٹ جائے منکر ہو جائے' شکر تو ایک طرف بھول جائے اور ذکر بھی نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا
مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

لوگو اپنے رب کا لحاظ رکھو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھو اللہ کا وعدہ سچا ہے دیکھو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکے میں ڈال دے ○

تقویٰ اختیار کرو اور قیامت سے ڈرو: اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقوے کا حکم فرما رہا ہے ارشاد ہے اس دن باپ اپنے بچے کو یا بچہ اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گا۔ ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا۔ تم دنیا پر اعتماد کرنے والو آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ' شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ' وہ تو صرف پردہ کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا نیند اچاٹ ہوگئی تو اپنے رب کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں میں نے نہایت تضرع وزاری کی' خوب رویا گڑگڑایا اور نمازیں پڑھیں' روزے رکھے دعائیں مانگیں' ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا جو میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا میں نے اس سے پوچھا کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا کوئی بغیر اس کی

---

[1] [بنی اسرائیل : ٦٧] [2] [العنکبوت : ٦٥] [3] [فاطر : ٣٢]

اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا کسی کو دوسرے کے بدلے نہ پکڑا جائے گا نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے نہ غلام آقا کے بدلے نہ کوئی کسی کا غم ورنج کرے گا نہ کسی کی طرف سے کسی کو خیال ہوگا نہ کسی پر رحم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت ومحبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف پکڑا جائے گا۔ ہر شخص نفسا نفسی میں ہوگا ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا کسی اور کا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴ ع ۴

سمجھ رکھو کہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے' وہی بارش نازل فرماتا ہے' اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے' کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا؟ یاد رکھو اللہ پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے ○

پانچ غیبی اُمور: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ اسے علم عطا فرمائے۔ قیامت کے آنے کا صحیح وقت نہ کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ' اس کا وقت صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب کہاں اور کتنی برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں اور جسے اللہ معلوم کرائے۔ اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں جب جناب باری تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ' لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی' نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ [1] غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا اور حدیث میں ہے غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں جن کا بیان آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ الخ' میں ہے۔ [2] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ [3] مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں سوائے پانچ کے پھر یہی آیت آپ نے پڑھی۔ [4] حضرت

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۵۹]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۳۵۳/۵) مسند بزار (۲۲۴۹) مجمع الزوائد (۸۹/۷)]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاستسقاء: باب لا یدری متی یجیئ المطر الا الله تعالی (۱۰۳۹)]

[4] [**صحیح**: مسنداحمد (۸۵/۲) طبرانی کبیر (۱۳۳۴۶) کنز العمال (۴۲۶/۱۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۵۵۷۹)]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے پوچھنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کو' فرشتوں کو' کتابوں کو' رسولوں کو' آخرت کو' مرنے کے بعد جی اٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ فرمایا ایک اللہ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا نمازیں پڑھنا' زکوٰۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے دریافت کیا احسان کیا ہے؟ فرمایا تیرا اس طرح کی عبادت کرنا کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہے؟ فرمایا اس کا علم نہ مجھے نہ تجھے ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں جب لونڈی اپنے سردار کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں۔ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا آپ نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ لوگ دوڑ پڑے لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ آپ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری) [1]

ہم نے اس حدیث کا مطلب شرح صحیح بخاری میں خوب بیان کر دیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اپنا چہرہ اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ کے واحد و لاشریک ہونے کی گواہی دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد و رسول ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو تو مسلمان ہو گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ پر' آخرت کے دن پر' فرشتوں پر' کتاب پر' نبیوں پر عقیدہ رکھنا۔ موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا' جنت' دوزخ' حساب' میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔ پوچھا جب میں ایسا کر لوں تو کیا میں مومن ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر قیامت کا پوچھا آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔ [2] ایک صحیح سند کے ساتھ مسند احمد میں مروی ہے کہ بنو عامر قبیلے کا پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ پر' آخرت کے دن پر' فرشتوں پر' کتاب پر' نبیوں پر عقیدہ رکھنا۔ موت اور موت کے بعد ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا میں آؤں؟ آپ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو پھر دریافت کرو کہ میں آسکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا بھلائی ہی بھلائی۔ سنو! تم ایک اللہ کی عبادت کرو' لات و عزیٰ کو چھوڑ دو' دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو' سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو' اپنے مال داروں سے زکوتیں وصول کر کے اپنے فقیروں میں تقسیم کرو' انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ آپ

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب قوله تعالى ان الله عنده علم الساعة (٤٧٧٧)]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (١/٣١٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٧٧٥)]

نے فرمایا ہاں ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [1] مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے بتلائیے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمائیے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ مجھے ان چیزوں کے متعلق علم نہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمان باری ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ [2] حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو تم سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا نہ نبی کو نہ فرشتہ کو اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے گی؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ میں بچہ نر ہوگا یہ مادہ ہوگا سرخ ہوگا یا سیاہ؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی؟ مرے گا یا جئے گا بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آ جائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آ جاتی ہے [3] اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اعشیٰ ہمدان کے شعر ہیں جن میں اس مضمون کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا ہے ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔ [4] طبرانی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ الحمد للہ سورۂ لقمان کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ سجدہ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجمعہ میں حدیث وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن کی صبح کی نماز میں ﴿الٓمّٓ السَّجْدَةَ﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ الخ پڑھا کرتے تھے۔ [5] مسند احمد میں ہے کہ

---

[1] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۵/۳۶۹) مجمع الزوائد (۴۲/۲۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۳۱۲۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح الادب المفرد (۸۳۰)]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۱۷۳)]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب القدر : باب ما جاء ان النفس تموت حيث ما كتب لها (۲۱۴۶-۲۱۴۷) مسند احمد (۵/۲۲۷) الادب المفرد للبخاری (۱۸۱۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلة الصحيحة (۱۲۲۱)]

[4] [صحیح : ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الموت والاستعداد له (۴۲۶۳)] حافظ بوصیری رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد، صحیح ابن ماجه]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجمعه : باب ما يقراء فى صلاة الفجر يوم الجمعه (۸۹۱) صحیح مسلم : كتاب الجمعه : باب ما يقراء فى يوم الجمعه (۸۸۰)]

حضور ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے سورہ الم سجدہ اور سورہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ پڑھ لیا کرتے تھے۔ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝٣

اللہ تعالیٰ مہربان لطف وکرم والے کے نام سے شروع

بلا شبہ اس کتاب کا اتارنا تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے' نہیں نہیں بلکہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تو انہیں ڈرا دے جن کے پاس تجھ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں ○

سورتوں کے شروع میں جو مقطعات حروف ہیں ان کی پوری بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب قرآن حکیم بے شک وشبہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ مشرکین کا یہ قول غلط ہے کہ حضور ﷺ نے خود اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں یہ تو یقیناً اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اترا ہے کہ حضور ﷺ اس قوم کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں آیا۔ تاکہ وہ حق کی اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦

اللہ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○ وہ آسمان سے زمین کی طرف کاموں کی تدابیر اتارتا ہے پھر ایک ہی دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے ○ یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا زبردست غالب بہت ہی مہربان ○

اللہ ہی خالق ومالک ومدبر الامور: تمام چیزوں کا خالق اللہ ہے اس نے چھ دن میں زمین وآسمان بنائے پھر

---

[1] **[صحیح** : ترمذی : کتاب الدعوات (٣٤٠٤) مسند احمد (٣/٣٤٠) مستدرك حاكم (٢/٤١٢)]
امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی ، السلسلة الصحيحة (٥٨٥)]

عرش پر قرار پکڑا۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے۔ اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہو۔ دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا؟ وہ برابری سے، وزیر و مشیر سے، شریک و سہیم سے پاک منزہ اور مبرا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔ نسائی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی، پہاڑ اتوار کے دن، درخت سوموار کے دن، برائیاں منگل کے دن، نور بدھ کے دن، جانور جمعرات کے دن، آدم جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔ [1] جس میں سفید و سیاہ، اچھی، بری ہر طرح کی تھی۔ اسی باعث اولاد آدم بھی بھلی بری ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسے معلل بتلاتے ہیں فرماتے ہیں اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے کعب احبار سے بیان کیا ہے اور حضرات محدثین رحمہم اللہ نے بھی اسے معلول بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ﴾ [2] اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہی کے مثل زمینیں۔ اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے۔ اعمال اپنے دیوان کی طرف اٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے۔ زمین سے آسمان اول پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا گھیراؤ ہے۔ اتنا اترنا چڑھنا اللہ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ ان امور کا مدبر اللہ ہے وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے۔ سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنے ماتحت کر رکھا ہے کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں وہ اپنے مومن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے عزیز ہے اپنی رحمت میں اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۹

جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی ○ پھر اس کی نسل کو ایک بے وقعت پانی

---

[1] **[صحیح]**: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب ابتداء الخلق و خلق آدم (۲۷۸۹) مسند احمد (۲/۳۲۷) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۰۱۰) صحیح ابن حبان (۶۱۶۱)]

[2] [سورۃ الطلاق: آیت ۱۲]

کے خلاصے سے پیدا کیا ○ جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں روح پھونکی۔ اسی نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو ○

ہر چیز کو بہترین بنانے والا خالق: فرماتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر چیز کو قرینے سے بہترین طور سے بہترین ترکیب پر خوب صورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کتنی عمدہ کیسی مستحکم اور مضبوط ہے۔ آسمان و زمین کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ پر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی۔ تمہیں کان آنکھ سمجھ عطا فرمائی۔ افسوس کہ پھر بھی تم شکر گزاری میں کثرت نہیں کرتے۔ نیک انجام اور خوش نصیب وہ شخص ہے جو اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ اسْمُهٗ)

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ١٠ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ١١ ع

کہنے لگے کیا جب ہم زمین میں کھو جائیں گے کیا ہم پھر نئی پیدائش میں آجائیں گے؟ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے رب کی ملاقات کا یقین ہی نہیں ○ کہہ دے کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ موت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○

دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر: کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں۔ اور اسے وہ محال جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی کیا ہم نئے سرے سے بنائے جائیں گے؟۔ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ کو بھی قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں۔ مانتے ہیں جانتے ہیں کہ اللہ نے اول بار پیدا کیا ہے۔ تعجب ہے پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قدرت والا کیوں نہیں مانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے جہاں کہا 'یوں ہو جا وہیں ہو گیا۔ اسی لئے فرمادیا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کو قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے۔ اس آیت سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک فرشتے کا لقب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کا بیان سورۂ ابرہیم میں گزر چکا ہے اس سے بھی پہلی بات یہی سمجھ میں آتی ہے اور بعض آثار میں ان کا نام عزرائیل بھی آیا ہے اور یہی مشہور ہے۔ ہاں ان کے ساتھی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور

ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی طشتری رکھی ہوئی ہو۔ کہ جو چاہا اٹھا لیا۔ ایک مرسل حدیث بھی اس مضمون کی ہے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے واللہ میں خود باایمان اور نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ کی دنیا تمام کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقین مانیئے اللہ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ جب تک مجھے اللہ کا حکم نہ ہو۔ حضرت جعفر کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کو ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے ﴿ لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ کی تلقین کرتا ہے۔ [2] مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار رحمہ اللہ اس کے ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو۔ پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اپنے کیئے کا پھل پانا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۴

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے تو نیک اعمال کریں گے ہم یقین والے ہیں ○ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا ○ اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کے فراموش کر دینے کا مزہ چکھو، ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اپنے کیئے ہوئے اعمال کی شامت سے ابدی عذاب کا لطف اٹھاؤ ○

---

[1] [مرسل و ضعیف : الدرالمنثور للسیوطی (۵/۳۳۲)]

[2] [ضعیف : ابو الشیخ فی العظمۃ (۴۷۵)] اس میں عمرو بن شمر راوی ضعیف ہے۔]

عذاب دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کا مطالبہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ گنہگار اپنا دوبارہ جینا خود اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ نادم ہو کر گردنیں جھکائے سر ڈالے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کہیں گے کہ اے اللہ! ہماری آنکھیں روشن ہوگئیں کان کھل گئے۔ اب ہم تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے ہر طرح تیار ہیں اس دن خوب سوچ سمجھ والے دانا بینا ہو جائیں گے۔ سب اندھاپن و بہراپن جاتا رہے گا خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگیں گے اور جہنم میں جاتے ہوئے کہیں گے کہ اگر کانوں اور آنکھوں سے دنیا میں کام لیتے تو آج جہنمی نہ بنتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم نیک اعمال کر آئیں ہمیں اب یقین ہوگیا ہے کہ تیری ملاقات سچ ہے تیرا کلام حق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ اگر دوبارہ بھی بھیجے جائیں تو یہی حرکت کریں گے۔ پھر سے اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں گے دوبارہ نبیوں کو ستائیں گے۔ جیسے کہ خود قرآن کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ [1] میں ہے۔ اسی لئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے جیسے فرمان ہے۔ اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کا ایک ایک رہنے والا مومن بن جاتا۔ لیکن اللہ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ انسان اور جنات سے جہنم کو پر ہونا ہے۔ اللہ کی ذات اور اس کے پورے پورے کلمات کا یہ اٹل امر ہے۔ ہم اس کے تمام عذابوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ دوزخیوں سے بطور سرزنش کے کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کی فراموشی کا مزہ چکھو۔ اور اس کے جھٹلانے کا خمیازہ بھگتو۔ اسے محال سمجھ کر تم نے وہ معاملہ کیا کہ جو ہر ایک بھولنے والا کیا کرتا ہے۔ اب ہم بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ اللہ کی ذات حقیقی نسیان اور بھول سے پاک ہے۔ یہ تو صرف بدلے کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اور روایت میں بھی ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ [2] آج ہم تمہیں بھول جاتے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھولے بیٹھے تھے۔ اپنے کفر وتکذیب کی وجہ سے اب دائمی عذاب کا مزہ اٹھاؤ۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ [3] وہاں ٹھنڈک اور پانی نہ رہے گا سوائے گرم پانی اور لہو پیپ کے اور کچھ نہ ہوگا۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ⑮ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ⑯ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جنہیں جب کبھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں ○ ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی

---

[1] [الانعام: ۲۷-۲۹] [2] [الجاثیہ: ۳] [3] [النباء: ۲۴-۳۰]

ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں ○ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے ○

سچے مومنوں کی نشانی: سچے ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ دل کے کانوں سے ہماری آیتوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں' زبانی حق مانتے ہیں اور دل سے بھی برحق جانتے ہیں۔ سجدے کرتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں۔ اور اتباع حق سے جی نہیں چراتے۔ نہ اکڑتے ہیں' نہ ضد کرتے ہیں' یہ بدعادت کافروں کی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾ [1] یعنی میری عبادت سے تکبر کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ ان سچے ایمانداروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں تہجد پڑھتے ہیں' مغرب عشاء کے درمیان کی نماز بھی بعض نے مراد لی ہے۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار ہے۔ اور قول ہے کہ عشاء اور صبح کی نماز باجماعت اس سے مراد ہے۔ وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اس کے عذابوں سے نجات پانے کے لئے اور اس کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہی صدقہ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق راہ اللہ میں دیتے رہتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں جن کا تعلق انہی کی ذات سے ہے اور وہ نیکیاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یعنی سید اولاد آدم علیہ السلام فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شعروں میں ہے:

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ یَتْلُوْا كِتَابَهٗ — اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الصُّبْحِ سَاطِعٌ

یَبِیْتُ یُجَافِیْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ — اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِیْنَ الْمَضَاجِعُ

یعنی ہم میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو صبح ہوتے ہی اللہ کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ راتوں کو جب کہ مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں حضور ﷺ کی کروٹ آپ کے بستر سے الگ ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعتًہ اپنے رب کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم وگرم بستر ے کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب کی رضامندی ہے میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور اس کے سامنے اس کے اس عمل کی تعریف

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ٦٠]

کرتا ہے۔ ① مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا صبح کے وقت میں آپ کے قریب ہی چل رہا تھا میں نے پوچھا اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا لیکن اللہ جس پر آسان کر دے اس پر بہت سہل ہے۔ سن تو اللہ کی عبادت کرتا رہ' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' نمازوں کی پابندی کر' رمضان کے روزے رکھ' بیت اللہ کا حج' زکوٰۃ ادا کرتا رہ۔ آ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلاؤں۔ روزہ ڈھال ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز' صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿تَتَجَافٰی﴾ کی ﴿یَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا آ اب میں تجھے اس امر کے سر' اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی بتاؤں۔ اس تمام کام کا سر تو اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے' اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا اب میں تجھے تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں؟ پھر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک کر رکھ میں نے کہا کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! افسوس تجھے یہ معلوم ہی نہیں کہ انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈلوانے والی چیز تو اس کی زبان کے کنارے ہی ہیں۔ ② یہی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے ایک میں یہ بھی ہے کہ اس آیت ﴿تَتَجَافٰی﴾ کو پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد بندے کا رات کی نماز پڑھنا ہے۔ ③ اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان کا آدھی رات کا قیام کرنا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی آیت کو تلاوت کرنا مروی ہے۔ ④ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہ اول و آخر سب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو ایک منادی فرشتہ آواز بلند کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی وہ کہے گا کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے زیادہ ذی عزت اللہ کے نزدیک کون ہے؟ پھر لوٹ کر آواز لگائے گا کہ تہجد گزار لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور اس آیت کی تلاوت فرمائے گا تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور گنتی میں بہت کم ہوں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ہم لوگ مجلس میں بیٹھے تھے اور بعض

---

① [حسن : مسند احمد (٤١٦/١) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی الرجل یشری نفسه (٢٥٣٦) مستدرك حاکم (١١٢/٢)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢٥٦/٢)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، الموسوعة الحدیثیة (٣٧٥٣)]

② [صحیح : مسند احمد (٢٣١/٥) ترمذی : کتاب الایمان : باب ما جآء فی حرمة الصلوٰة (٢٦١٦) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب کف اللسان فی الفتن (٣٩٧٣) نسائی فی السنن الکبری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی تتجافی جنوبهم (١١٣٩٤)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

③ [ضعیف و منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٢٤٠)]

④ [ضعیف و منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٢٣٧)]

صحابہ رضی اللہ عنہم مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک نماز میں مشغول رہتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] اس حدیث کی یہی ایک سند ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کے لئے جنت میں کیا کیا نعمتیں اور لذتیں پوشیدہ پوشیدہ بنا کر رکھی ہیں۔ اس کا کسی کو علم نہیں چونکہ یہ لوگ بھی پوشیدہ طور پر عبادت کرتے تھے اسی طرح ہم نے بھی پوشیدہ طور پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دل کا سکھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا ہو۔ بخاری کی حدیث قدسی میں ہے میں نے نیک بندوں کے لئے وہ رحمتیں اور نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ کے دیکھنے میں آئیں نہ کسی کان کے سننے میں نہ کسی کے دل کے سوچنے میں آئی ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے کہا قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ الخ، [2] اس روایت میں ﴿قُرَّةِ﴾ کے بجائے ﴿قُرَّاتِ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اور روایت میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جنت کی نعمتیں جسے ملیں وہ کبھی بھی واپس نہیں ہوں گی۔ ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے۔ ان کی جوانی ڈھلے گی نہیں ان کے لئے جنت میں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم وگمان آیا۔ (مسلم) [3] ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں یہی فرمایا اور پھر یہ آیت ﴿تَتَجَافٰى﴾ سے ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ [4] حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں نہ کانوں نے سنی ہیں بلکہ اندازہ میں بھی نہیں آ سکتیں۔ [5] صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت چلے جانے کے بعد آئے گا اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ وہ کہے گا اے اللہ کہاں جاؤں ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے؟ کہ تیرے لئے اور اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا۔ وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور اتنا ہی، اور پانچ گنا۔ یہ کہے گا بس بس اے رب میں راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا میرے پروردگار میری تو باچھیں کھل گئیں جی خوش ہو گیا۔ حضرت

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۵۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۹۰/۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة سجده (٤٧٧٩) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب صفة الجنة (٢٨٢٤) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣١٩٧)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی دوام نعیم اهل الجنة (٢٨٣٦)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب صفة الجنة (٢٨٢٥) مسند احمد (٥/٣٣٤)]

[5] [صحیح بالشواهد : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٢٥٦)]

موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کی خاطر و مدارات کی کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی نہ کسی کے سننے میں نہ کسی کے خیال میں۔ اس کا مصداق اللہ کی کتاب کی آیت ﴿فَلَا تَعْلَمُ﴾ الخ ہے[1] حضرت عباس بن عبدالواحد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت و پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری چیز کی طرف اس کا التفاف ہی نہیں ہوگا۔ پھر جو دوسری طرف التفاف ہوگا تو دیکھے گا کہ پہلی سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے۔ وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد پوری ہوگی یہ کہے گا تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی میں اللہ کی مزید نعمتوں میں سے ہوں اب یہ سراپا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ پھر ستر سال کے بعد دوسری کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے وہ کہے گی اب وقت آ گیا کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو یہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی میں ان سے ہوں جن کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتے جنتیوں کے پاس دنیا کے دن کے اندازے سے ہر دن میں تین تین بار جنت عدن کے اللہ کے تحفے لے کر جائیں گے جو ان کی جنت میں نہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ وہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ تم سے خوش ہے۔ حضرت ابوالیمان فزاری یا کسی اور سے مروی ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں پہلا درجہ چاندی کا ہے اس کی زمین چاندی کی' اس کے محلات بھی چاندی کے' اس کی مٹی مشک کی ہے' دوسرا درجہ سونے کا ہے زمین بھی سونے کی' مکانات بھی سونے کے' برتن بھی سونے کے مٹی مشک کی ہے۔ تیسری موتی کی۔ زمین بھی موتی کی' گھر بھی موتی کا برتن بھی موتی کے اور مٹی مشک کی۔ اور باقی ستانوے تو وہ ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسان کے دل میں گزرے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن جریر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت روح الامین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انسان کی نیکیاں بدیاں لائی جائیں گی۔ بعض بعض سے کم کی جائیں گی پھر اگر ایک نیکی بھی باقی بچ گئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا اور جنت میں کشادگی عطا فرمائے گا۔

راوی نے یزداد سے پوچھا کہ نیکیاں کہاں چلی گئیں؟ تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾[2] الخ' یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم نے قبول فرما لئے اور ان کی برائیوں سے ہم نے درگزر فرما لیا۔ راوی نے کہا پھر اس آیت کے معنی کیا ہیں؟ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ الخ' فرمایا بندہ جب کوئی نیکی لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے آرام کی چیزیں جو اس کے لئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھیں عطا فرمائے گا۔[3]

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا (۱۸۹) ترمذی : کتاب تفسیر القران : باب ومن سورة السجدہ (۳۱۹۸)]

[2] [سورۃ الاحقاف: آیت ۱۶]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۵۵)] اس کی سند میں حکم بن ابان ضعیف ہے۔]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ؗ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا
فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا
عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى
دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو؟ برابر نہیں ہو سکتے ○ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بھی کیے ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں مہمان داری ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے ○ لیکن جن لوگوں نے حکم عدولی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو ○ بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے اس کے سوا بھی چکھائیں گے تا کہ وہ لوٹ آئیں ○ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا یقین مانو کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں ○

نیک اور بد برابر نہیں: اللہ تعالیٰ کے عدل وکرم کا بیان ان آیتوں میں ہے کہ اس کے نزدیک نیک کار اور بدکار برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [1] الخ، یعنی کیا ان لوگوں نے جو برائیاں کر رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ایمان اور نیک عمل والوں کی مانند کر دیں گے؟ ان کی موت و زیست برابر ہے۔ یہ کیسے برے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ [2] الخ، یعنی ایماندار نیک عمل لوگوں کو کیا ہم زمین کے فسادیوں کے ہم پلہ کر دیں؟ پرہیزگاروں کو گنہگاروں کے برابر کر دیں؟ اور آیت میں ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ [3] دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے۔

یہاں بھی فرمایا کہ مومن اور فاسق قیامت کے دن ایک مرتبے کے نہیں ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ان دونوں قسموں کا تفصیلی بیان فرمایا کہ جس نے اپنے دل سے کلام اللہ کی تصدیق کی اور اس کے مطابق عمل بھی کیا تو انہیں وہ جنتیں ملیں گی جن میں مکانات ہیں بلند بالا خانے ہیں اور رہائش و آرام کے تمام سامان ہیں۔ یہ ان کی نیک اعمالی کے بدلے میں مہمانداری ہوگی۔ اور جن لوگوں نے اطاعت چھوڑ دی ان کی جگہ جہنم میں ہوگی جس میں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔

---

(۱) [سورۃ الجاثیہ: آیت ۲۱]　(۲) [سورۃ ص: آیت ۲۸]

(۳) [سورۃ الحشر: آیت ۲۰]

جیسے اور آیت میں ہے ﴿كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ [1] یعنی جب کبھی وہاں کے غم سے چھٹکارا چاہیں گے دوبارہ وہیں جھونک دیئے جائیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے' آگ کے شعلے انہیں اوپر نیچے لے جارہے ہوں گے۔ فرشتے انہیں سزائیں دے رہے ہوں گے اور جھڑک کر فرماتے ہوں گے اس جہنم کے عذاب کا لطف اٹھاؤ جسے تم جھوٹا جانتے تھے۔ عذاب ادنیٰ سے مراد دنیوی مصیبتیں آفتیں دکھ درد اور بیماریاں ہیں یہ اس لئے ہوتی ہیں کہ انسان ہوشیار ہو جائے اور اللہ کے سامنے جھک جائے اور بڑے عذابوں سے نجات حاصل کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد گناہوں کی وہ مقرر کردہ سزائیں ہیں جو دنیا میں دی جاتی ہیں جنہیں شرعی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ نسائی میں ہے کہ اس سے مراد قحط سالیاں ہیں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چاند کا شق ہو جانا' دھوئیں کا آنا اور پکڑ اور برباد کن عذاب اور بدر والے دن ان کفار کا قید ہونا اور قتل کیا جانا ہے۔ [2] کیونکہ بدر کی اس شکست نے مکے کے گھر گھر کو ماتم کدہ بنا دیا تھا۔ ان عذابوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جو اللہ کی آیتیں سن کر اس کی وضاحت کو پا کر اس سے منہ موڑ لے بلکہ ان کا انکار کر جائے اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کے ذکر سے اعراض نہ کرو ایسا کرنے والے بے عزت' بے وقعت اور بڑے گنہگار ہیں۔ یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ ایسے گنہگاروں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین کام جس نے کئے وہ مجرم ہو گیا۔ جس نے بے وجہ کوئی جھنڈا باندھا۔ جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی' جس نے ظالم کے ظلم میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ مجرم لوگ ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ ہم مجرموں سے باز پرس کریں گے اور ان سے پورا بدلہ لیں گے۔ (ابن ابی حاتم) [3]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ۝٢٣ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝٢٤ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ۝٢٥

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی' تجھے ہرگز اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا چاہئے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا○ اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت

---

[1] [سورة الحج: آیت ٢٢]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (١٢٨/٥) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین واحکامهم: باب نزول اهل الجنة (٢٧٩٩) مستدرك حاکم (٤٢٧/٤)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔]

[3] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٢٩٨) طبرانی کبیر (٦١/٢٠)] اس کی سند میں عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔]

کرتے تھے اور تھے بھی وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ○ تیرا رب ان سب کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ○

معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات: فرماتا ہے ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب تورات دی تو اس کی ملاقات کے بارے میں شک وشبہ میں نہ رہ۔قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی معراج والی رات میں۔حدیث میں ہے میں نے معراج والی رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں رنگ کے لانبے قد کے گھونگریالے بالوں والے تھے ایسے جیسے قبیلہ شنواہ کے آدمی ہوتے ہیں۔اسی رات میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ درمیانہ قد کے سرخ وسفید تھے۔سیدھے بال تھے۔میں نے اسی رات حضرت مالک کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ ہیں اور دجال کو دیکھا یہ سب ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں پس تو اس ملاقات میں شک وشبہ نہ کر۔ آپ نے یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے ملے جس رات آپ کو معراج کرائی گئی۔ [1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بنی اسرائیل کا ہادی بنا دیا۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ ہم نے اسرائیلیوں کو ہدایت دی۔ جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ [2] الخ، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لئے ہادی بنایا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھو۔پھر فرماتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری، اس کی نافرمانیوں کے ترک، اس کی باتوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی اتباع وصبر میں جمے رہے ہم نے ان سے بعض کو ہدایت کے پیشوا بنا دیا جو اللہ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں بھلائی کی طرف بلاتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں۔لیکن جب ان کی حالت بدل گئی انہوں نے کلام اللہ میں تبدیلی، تحریف، تاویل شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہ منصب چھین لیا۔ان کے دل سخت کر دیئے عمل صالح اور اعتقاد صحیح ان سے دور ہوگیا۔پہلے تو یہ دنیا سے بچے ہوئے تھے۔حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لوگ پہلے ایسے ہی تھے لہٰذا انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی پیشوا ہو جس کی یہ اقتدا کر کے دنیا سے بچا ہوا رہے۔آپ فرماتے ہیں دین کے لئے علم ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔حضرت سفیان رحمہ اللہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں سوال ہوا کہ صبر کا درجہ ایمان میں کیسا ہے؟ فرمایا ایسا ہے جیسا سر کا جسم میں۔کیا تو نے اللہ کے اس فرمان کو نہیں سنا؟ ہم نے ان کے صبر کی وجہ سے ان کو ایسا پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔اور آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے تمام کاموں کو اپنے ذمہ لے لیا اللہ نے بھی انہیں پیشوا بنا دیا۔چنانچہ فرمان ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب وحکمت اور نبوت دی اور پاکیزہ روزیاں عنایت فرمائیں اور جہاں والوں پر فضیلت دی۔ [3] یہاں بھی آیت کے آخر میں فرمایا کہ جن عقائد واعمال میں ان کا اختلاف ہے ان کا فیصلہ قیامت کے دن خود اللہ کرے گا۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۲۹۹)] [2] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۲]

[3] [سورۃ الجاثیہ: آیت ۱۶-۱۷]

اَوَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ
اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسۡمَعُوۡنَ ۞ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَى الۡاَرۡضِ
الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ ؕ اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ ۞

کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت نہیں دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں' اس میں تو بڑی بڑی عبرتیں ہیں' کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے؟ ○ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر غیر آباد زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس کی وجہ سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں' کیا یہ پھر بھی نہیں دیکھتے؟ ○

کیا پہلوں کی ہلاکت تمہارے لیے مقامِ عبرت نہیں؟ کیا یہ اس بات کے ملاحظہ کے بعد بھی راہ راست پر نہیں چلتے؟ کہ ان سے پہلے کے گمراہوں کو ہم نے تہ و بالا کر دیا ہے۔ آج ان کے نشان مٹ گئے۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا' اللہ کی باتوں سے بے پرواہی کی۔ اب یہ جھٹلانے والے بھی ان ہی کے مکانوں میں رہتے سہتے ہیں۔ ان کی ویرانی' ان کے اگلے مالکوں کی ہلاکت ان کے سامنے ہے۔ لیکن یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ غیر آباد ڈھنڈر یہ اجڑے ہوئے محلات تو تمہاری آنکھوں کو اور تمہارے کانوں کو کھولنے کے لئے اپنے اندر بہت سی نشانیاں رکھتے ہیں۔ دیکھ لو کہ اللہ کی باتیں نہ ماننے کا' رسولوں کی تحقیر کرنے کا کتنا بد انجام ہوا؟ کیا تمہارے کان ان خبروں سے ناآشنا ہیں۔

پھر جناب باری تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو احسان و انعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پہاڑوں سے اونچی جگہوں سے سمٹ کر ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعہ وہ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین میں اس سے ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ خشکی تری سے موت زیست سے بدل جاتی ہے۔ گو مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ جرز مصر کی زمین ہے لیکن یہ ٹھیک ہے۔ ہاں مصر میں بھی ایسی زمین ہو تو ہو آیت میں مراد تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں جو پانی کے محتاج ہوں سخت ہو گئے ہوں۔ زمین پیوست (خشکی) کے مارے پھٹنے لگی ہو۔ بے شک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے وہ سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو ادھر ادھر کا ہوتا ہے۔ اس حکیم و کریم منان و رحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت میں ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوائی کے مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں کسی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو جو اپنے

ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضا مند کر لیتے ہیں اور اسے عمدہ کپڑے اور بہت سے قیمتی زیور پہنا کر بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے تم اب ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے لیکن دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا پورا مہینہ نکل گیا لیکن دریا خشک رہا۔ لوگ تنگ آ کر ارادہ کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں یہاں کی بود و باش ترک کر دیں اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا اور اس میں تحریر تھا کہ یہ خط ہے اللہ کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تب تو خیر تو نہ چل اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں دواں کر دے۔ یہ پرچہ لے کر امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا۔ [1] (کتاب السنہ للحافظ ابو القاسم اللالکائی) اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ہے ﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ﴾ [2] الخ، یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کئے اسی طرح یہاں بھی فرمایا کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جرز وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برستی ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ زمین یمن میں ہے حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسی بستیاں یمن اور شام میں ہیں۔ ابن زید رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾ [3] الخ، ان کے لئے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ○ جواب دے کہ فیصلے والے دن ایمان لانا بے ایمانوں کو کچھ کام نہ

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ عبس: آیت ۲۴-۳۲] [3] [سورۃ یسین: آیت ۳۳-۳۵]

کفار کی عجلت پسندی: کافر اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ اے نبی ﷺ تم جو ہمیں کہا کرتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو مطمئن کر دیا ہے کہ تم ہم پر فتح پاؤ گے اور ہم سے بدلے لو گے وہ وقت کب آئے گا؟ ہم تو مدتوں سے تمہیں مغلوب زیر اور بے وقعت دیکھ رہے ہیں۔ چھپ رہے ہو ڈر رہے ہو اگر سچے ہو تو اپنے غلبے اور اپنی فتح کا وقت تو بتاؤ۔ اللہ فرماتا ہے کہ جب عذاب اللہ آجاتا ہے اور جب اس کا غصہ اور غضب اتر پڑتا ہے خواہ دنیا ہو خواہ آخرت ہو اس وقت نہ تو ایمان نفع دیتا ہے نہ مہلت ملتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ [1] الخ، یعنی جب ان کے پاس اللہ کے پیغمبر دلیلیں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر نازاں ہونے لگے۔ پوری دو آیتوں تک۔ اس سے فتح مکہ مراد نہیں۔ فتح مکہ والے دن تو رسول اللہ ﷺ نے کافروں کا اسلام لانا قبول فرمایا تھا اور تقریباً دو ہزار آدمی اس دن مسلمان ہوئے تھے۔ اگر اس آیت میں یہی فتح مکہ مراد ہوتی تو چاہئے تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ان کا اسلام قبول نہ فرماتے جیسے اس آیت میں ہے کہ اس دن کافروں کا اسلام لانا نا مقبول ہوگا۔ بلکہ یہاں مراد فتح سے فیصلہ ہے جیسے قرآن میں ہے ﴿فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا﴾ [2] ہمارے درمیان تو فتح کر یعنی فیصلہ کر۔ اور جیسے اور مقام پر ہے ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ [3] یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے آپس کے فیصلے فرمائے گا اور آیت میں ہے ﴿وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ﴾ [4] یہ فیصلہ چاہتے ہیں سرکش ضدی تباہ ہوئے۔ اور جگہ ہے ﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [5] اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ اور آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ [6] اگر تم فیصلے کے آرزو مند ہو تو لو فتح آ گئی۔ پھر فرماتا ہے آپ ان مشرکین سے بے پرواہ ہو جائیے جو رب نے اتارا ہے اسے پہنچاتے رہیے۔ جیسے اور آیت میں ہے اپنے رب کی وحی کی اتباع کرو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ [7] پھر فرمایا تم اپنے رب کے وعدوں کو سچا مان لو اس کی باتیں اٹل ہیں اس کے فرمان سچے ہیں وہ عنقریب تجھے تیرے مخالفین پر غالب کرے گا۔ وہ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ یہ بھی منتظر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی آفت آئے لیکن ان کی یہ چاہتیں بے سود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے والوں کو بھولتا نہیں نہ انہیں چھوڑتا ہے بھلا جو رب کے احکام پر جمے رہیں اللہ کی باتیں دوسروں کو پہنچائیں وہ تائید ایزدی سے کیسے محروم کر دیئے جائیں؟ یہ جو کچھ تم پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ ان پر اترے گا بدبختی (نکبت) واد بار میں ہائے وائے واویلا میں گرفتار کئے جائیں گے۔ رب کے عذابوں کا شکار ہوں گے کہہ دو کہ اللہ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

اللہ کے فضل وکرم ولطف سے سورہ سجدہ کی تفسیر ختم ہوئی (فالحمدللہ)

---

[1] [غافر: ۸۳۔۸۵]　[2] [الشعراء: ۱۱۸]　[3] [سبا: ۲۶]

[4] [ابراھیم: ۱۵]　[5] [البقرہ: ۸۹]　[6] [الانفال: ۱۹]

[7] [الانعام: ۱۰۶]

تفسیر سورۃ الاحزاب

حضرت زر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں شمار ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا تہتر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں میں نے تو دیکھا ہے کہ یہ سورت سورۂ بقرہ کے قریب تھی اسی میں یہ آیت بھی پڑھی جاتی تھی ﴿اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ﴾ یعنی جب بڑی عمر کا مرد اور بڑی عمر کی عورت بدکاری کریں تو انہیں ضرور سنگسار کردو۔ یہ سزا اللہ کی طرف سے اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ (مسند احمد) [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کی کچھ آیتیں اللہ کے حکم سے ہٹالی گئیں۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ ①
وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ ② وَّتَوَكَّلْ
عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ③

بہت ہی رحم وکرم والے سچے معبود کے نام سے شروع

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آجانا اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے ○ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کرتا رہ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے ○ تو اللہ ہی پر توکل رکھ وہ کارسازی کے لئے کافی ہے ○

تقویٰ وتوکل علی اللہ کی ترغیب: تنبیہ کی ایک موثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تاکہ چھوٹا چوکنا ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا نہ ان کے مشوروں پر کاربند ہونا نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادے سے سننا۔ علم وحکمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چونکہ وہ اپنے وسیع علم سے ہر کام کا نتیجہ جانتا ہے اور اپنی بے پایاں

---

[1] [صحیح: عبداللہ بن احمد (۵/۱۳۲) اتحاف الخیرۃ المھرۃ (۲۵۷/٦) نسائی فی السنن الکبری (۷۱۵۰) مسند بزار (البحر الزخار ـ ۲۸٦) صحیح ابن حبان (۴۴۲۹) طبرانی اوسط (۳۳۲/٤) تھذیب الآثار للطبری (۹۹۲) ابن ماجہ (۲۵٤۳) دارمی (۲۳۲۳) مسند شافعی (۲٦٦) مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ (۳۱۳/۲٦)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ (۲۹۱۳) صحیح ابن ماجہ (۲٥٦۷) ارواء الغلیل (۲۳۳۸)]

حکمت سے اس کی کوئی بات کوئی فعل غیر حکیمانہ نہیں ہوتا تو تو اسی کی اطاعت کرتا رہ تاکہ بدانجام سے اور بگاڑ سے بچا رہے۔ جو قرآن وسنت تیری طرف وحی ہو رہا ہے اس کی پیروی کر اللہ پر کسی کا کوئی فعل مخفی نہیں۔ اپنے تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھ۔ اس پر بھروسہ کرنے والوں کو وہ کافی ہے۔ کیونکہ تمام کارسازی پر وہ قادر ہے اس کی طرف جھکنے والا کامیاب ہی کامیاب ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ
مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے۔ اور اپنی جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھے ہو انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچ مچ کی مائیں نہیں بنایا۔ اور نہ تمہارے لے پالک لڑکوں کو تمہارے واقعی بیٹے بنائے ہیں۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا اور وہی سیدھی راہ سجھاتا ہے ○ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک سے جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم قصد اور ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنہار مہربان ہے ○

لے پالک کو اصلی باپ کی طرف منسوب کرو: مقصود کو بیان کرنے سے پہلے بطور مقدمے اور ثبوت کے مثالاً ایک وہ بات بیان فرمائی ہے جسے سب محسوس کرتے ہیں اور پھر اس کی طرف سے ذہن ہٹا کر اپنے مقصود کی طرف لے گئے۔ بیان فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی انسان کے دو دل نہیں ہوتے اسی طرح تم سمجھ لو کہ اپنی جس بیوی کو تم ماں کہہ دو تو وہ واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ ٹھیک اسی طرح دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ سچ مچ بیٹا ہی نہیں ہو جاتا۔ اپنی بیوی سے اگر کسی نے بحالت غضب وغصہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس کے کہنے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔ جیسے فرمایا ﴿ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ﴾ [1] الخ، یعنی ایسا کہہ دینے سے وہ مائیں نہیں بن جاتیں مائیں تو وہ ہیں جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بیان کے بعد اصل مقصود کو بیان فرمایا کہ تمہارے لے پالک لڑکے بھی درحقیقت تمہاری اولاد نہیں۔ یہ آیت حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جاتا تھا۔ اس آیت سے اس

---

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۲]

نسبت اور اس الحاق کا توڑ دینا منظور ہے جیسے کہ اسی سورت کے اثنا میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [1] الخ، تم میں سے کسی مرد کے باپ محمد (ﷺ) نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ یہاں فرمایا یہ تو صرف تمہاری ایک زبانی بات ہے جو تم کسی کے لڑکے کو لڑکا کہو اس سے حقیقت بدل نہیں سکتی۔ واقع میں اس کا باپ وہ ہے جس کی پیٹھ سے یہ نکلا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لڑکے کے دو باپ ہوں جیسے یہ ناممکن ہے کہ ایک سینے میں دو دل ہوں۔ اللہ تعالیٰ حق فرمانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں اتری ہے۔ جس نے مشہور کر رکھا تھا کہ اس کے دو دل ہیں اور دونوں عقل وفہم سے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نماز میں تھے آپ کو کچھ خطرہ گزرا اس پر جو منافق نماز میں شامل تھے وہ کہنے لگے دیکھو اس کے دو دل ہیں ایک تمہارے ساتھ ایک ان کے ساتھ۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ [2]

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تو صرف بطور مثال کے فرمایا گیا ہے یعنی جس طرح کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے اسی طرح کسی بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ اسی کے مطابق ہم نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پہلے تو رخصت تھی کہ لے پالک لڑکے کو پالنے والے کی طرف نسبت کر کے اس کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے۔ لیکن اب اسلام نے اس کو منسوخ کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ ان کو جوان کے اپنے حقیقی باپ ہیں ان ہی کی طرف منسوب کر کے انہیں پکارو۔ عدل، نیکی، انصاف اور سچائی یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے سے پہلے ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد (ﷺ) کہا کرتے تھے لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد ہم نے یہ کہنا چھوڑ دیا۔ [3] بلکہ پہلے تو ایسے لے پالک کے وہ تمام حقوق ہوتے تھے جو سگی اور صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا اب قرآن نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس سے اب تک پردہ نہیں کرتی وہ آتے جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ میرے خاوند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے اس طرح آنے سے کچھ بیزار ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہے جاؤ سالم کو اپنا دودھ پلا دو اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ [4] الغرض یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صاف لفظوں میں

---

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ٤٠]

[2] [ضعیف الاسناد: مسند احمد (١/١٦٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ الاحزاب (٣١٩٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں قابوس راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ الاحزاب (٤٧٨٢) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ: باب من فضائل زید ابن حارثۃ (٢٤٢٥)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب رضاعۃ الکبیر (١٤٥٣) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب من حرم به (٢٠٦١)]

ایسے لڑکوں کی بیویوں کی بھی حلت انہیں لڑکا بنانے والوں کے لئے بیان فرما دی۔ اور جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا نکاح ان سے کر لیا اور مسلمان اس ایک مشکل سے بھی چھوٹ گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں حرام عورتوں کا ذکر کیا وہاں فرمایا ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَاءِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ [1] یعنی تمہاری اپنی صلب سے جو لڑکے ہوں ان کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ ہاں رضاعی لڑکا نسبی اور صلبی لڑکے کے حکم میں ہے۔ جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ [2] یہ بھی خیال رہے کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ دینا یہ اور چیز ہے یہ ممنوع نہیں۔

مسند احمد وغیرہ میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سب خاندان عبد المطلب کے چھوٹے بچوں کو مزدلفہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ہی جمرات کی طرف رخصت کر دیا اور ہماری رانیں تھپکتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹو سورج نکلنے سے پہلے جمرات پر کنکریاں نہ مارنا۔ [3] یہ واقعہ سنہ ۱۰ ہجری ماہ ذی الحجہ کا ہے اور اس کی دلالت ظاہر ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں یہ حکم اترا یہ سنہ ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا کہہ کر بلایا۔ [4] اسے بیان فرما کر کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو پالنے والوں کی طرف نہیں۔ پھر فرماتا ہے اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور اسلامی دوست ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضا والے سال مکہ شریف سے واپس لوٹے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی ہوئی آپ کے پیچھے دوڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور فرمایا یہ تمہاری چچا زاد بہن ہے انہیں اچھی طرح رکھو۔ حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے اس بچی کے حقدار ہم ہیں ہم انہیں پالیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نہیں یہ میرے ہاں رہیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو یہ دلیل دی کہ میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ حضرت

---

[1] [سورۃ النسآء: آیت ۲۲]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الشهادات: باب الشهادة على الانساب والرضاع (۲۶۴۵) صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب تحریم ابنة الاخ من الرضاعة (۳۵۸۳) ابن ماجه: کتاب النکاح (۱۹۳۸) نسائی: کتاب النکاح (۳۳۰۵)]

[3] [**صحیح**: ابو داؤد: کتاب المناسك: باب التعجيل من جمع (۱۹۴۰) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب من تقدم من جمع الى منى لرمي الجمار (۳۰۲۵) نسائی: کتاب المناسك: باب النهي عن رمي جمرة العقبة قبل طلوع الشمس (۳۰۶۴) مسند احمد (۲۳۴/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، صحیح ابن ماجه]

[4] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الآداب: باب جواز قوله بغير ابنه يا بني واستحباب للملاطفة (۲۱۵۱) ابو داؤد: کتاب الادب: باب فی الرجل يقول لا بن غيره يا بني (۴۹۱۴) ترمذی: کتاب الادب: باب ما جآء في يا بني (۲۸۳۱)]

زید ؓ فرماتے ہیں میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ جعفر بن ابی طالب ؓ کہنے لگے میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ اور ان کی چچی میرے گھر میں ہیں یعنی حضرت اسماء بنت عمیس ؓ آخر حضور ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ صاحبزادی تو اپنی خالہ کے پاس رہیں کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ حضرت علی ؓ سے فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں حضرت جعفر ؓ سے فرمایا تو صورت سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

حضرت زید ؓ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ [1] اس حدیث میں بہت سے احکام ہیں۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حکم حق سنا کر اور دعویداروں کو بھی ناراض نہیں ہونے دیا اور آپ نے اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت زید ؓ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔ حضرت ابوبکرہ ؓ نے فرمایا اسی آیت کے ماتحت میں تمہارا بھائی ہوں۔ ابی ؓ فرماتے ہیں واللہ! اگر یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کے والد کوئی ایسے ویسے ہی تھے تو بھی یہ ان کی طرف منسوب ہوتے۔ [2] حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف سے دوسرے باپ کی طرف کرے اس نے کفر کیا۔ [3]

اس سے سخت وعید پائی جاتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحیح نسب سے اپنے آپ کو ہٹانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جب تم نے اپنے طور پر جتنی طاقت تم میں ہے تحقیق کر کے کسی کو کسی کی طرف نسبت کیا اور فی الحقیقت وہ نسبت غلط ہے تو اس خطا پر تمہاری پکڑ نہیں۔ چنانچہ خود پروردگار نے ہمیں ایسی دعا تعلیم دی کہ ہم اس کے جناب میں کہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ [4] اے اللہ ہماری بھول چوک اور غلطی پر ہمیں نہ پکڑ۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے جب مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی جناب باری عزاسمہٗ نے فرمایا میں نے یہ دعا قبول فرمائی۔ [5] صحیح بخاری شریف میں ہے جب حاکم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے اپنے اجتہاد میں صحت کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ [6] اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب عمرۃ القضاء (٤٢٥١) مسند احمد (٢٩٨/٤)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٣٣٢)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب (٣٥٠٨) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان حال من قال لاخیۃ المسلم یا کافر (٦١)]

[4] [سورۃ البقرہ: آیت ٢٨٦]

[5] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان تجاوز اللہ تعالی عن حدیث النفس (١٢٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب سورۃ البقرہ (٢٩٩٢) مسند احمد (٢٣٣/١)]

[6] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (٧٣٥٢) صحیح مسلم: کتاب الاقضیہ: باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ (١٧١٦) ترمذی: کتاب الاحکام: باب ما جآء فی القاضی یصیب ویخطی (١٣٢٦) ابن ماجہ: کتاب الاحکام: باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق (٢٣١٤) نسائی: کتاب آداب القضاء: باب الاصابۃ فی الحکم (٥٣٩٦) ابو داؤد: کتاب الاقضیہ: باب فی القاضی یخطئی (٣٥٧٤)]

نے میری امت کو ان کی خطائیں بھول چوک اور جو کام ان سے زبردستی کرائے جائیں ان سے درگزر فرما لیا ہے۔ (1) یہاں بھی یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہاں جو کام تم قصد قلب سے عمداً کرو وہ بے شک قابل گرفت ہیں۔ قسموں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اوپر جو حدیث بیان ہوئی کہ نسب بدلنے والا کفر کا مرتکب ہے وہاں بھی یہ لفظ ہیں کہ باوجود جاننے کے۔ (2) آیت قرآن جو اب تلاوتاً منسوخ ہے اس میں تھا ﴿فَاِنَّ كُفْراً بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ﴾ یعنی تمہارا اپنے باپ کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس میں رجم کی بھی آیت تھی حضور ﷺ نے خود رجم کیا (یعنی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کیا) اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ ہم نے قرآن میں یہ آیت بھی پڑھی ہے کہ اپنے باپوں سے اپنا سلسلہ نسب نہ ہٹاؤ یہ کفر ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے مجھے تم میری تعریفوں میں اس طرح بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسیٰ بن مریم ﷺ کے ساتھ ہوا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کہنا۔ (3) ایک روایت میں صرف ابن مریم ہے۔ اور حدیث میں ہے تین خصلتیں لوگوں میں ہیں جو کفر ہیں۔ نسب میں طعنہ زنی، میت پر نوحہ، ستاروں سے باراں طلبی۔ (4)

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حق دار ہیں ہاں تمہیں اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم کتاب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ○

حُبِّ رسول تکمیل ایمان کی شرط: چونکہ رب العزت وحدہ لاشریک لہ کو علم ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت پر خود ان کی

---

(1) [صحیح: ابن ماجه: كتاب الطلاق: باب طلاق المكره والناسي (٢٠٤٣)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(2) [صحیح: صحیح بخاري: كتاب المناقب (٣٥٠٨) صحیح مسلم: كتاب الايمان: باب بيان حال ايمان من قال لا خيه المسلم يا كافر (٦١)]

(3) [صحیح: مسند احمد (٤٧/١) مسند بزار (٤٧/١) مسند حميدى (٢٧) مسند طيالسي (٢٤) عبد الرزاق (٩٧٥٨) بغوى فى شرح السنة (٤٢٤/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٤٩)]

(4) [صحیح: مستدرك حاكم (٣٨٣/١) صحيح مسلم: كتاب الجنائز: باب التشديد فى النياحه (٩٣٤) ابن ماجه: كتاب الجنائز: باب فى النهى عن النياحة (١٥٨١) مسند احمد (٣٧٧/٢)]

اپنی جان سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔اس لئے آپ کو ان کی اپنی جان سے بھی ان کا زیادہ اختیار دیا۔ یہ خود اپنے لئے کوئی تجویز نہ کریں بلکہ ہر حکم رسول کو بدل وجان قبول کرتے جائیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [1] الخ، تیرے رب کی قسم یہ مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں اور تیرے تمام تر احکام اور فیصلوں کو دل وجان بکشادہ پیشانی قبول نہ کرلیں۔صحیح حدیث شریف میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی با ایمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے نفس سے اس کے مال سے اس کی اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ [2] ایک اور صحیح حدیث میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ہاں خود میرے اپنے نفس سے۔آپ نے فرمایا نہیں نہیں عمر جب تک کہ میں تجھے خود تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ یہ سن کر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے قسم اللہ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اب مجھے ہر چیز سے یہاں تک کہ میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں آپ نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔ [3] بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام مومنوں کا زیادہ حقدار دنیا اور آخرت میں خود ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ میں ہوں۔اگر تم چاہو تو پڑھ لو۔ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ سنو!جو مسلمان مال چھوڑ کر مرے اس کا مال تو اس کے وارثوں کا حصہ ہے اور اگر کوئی مر جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو یا اس کے چھوٹے چھوٹے بال بچے ہوں تو اس قرض کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں اور ان بچوں کی پرورش میرے ذمے ہے۔ [4] پھر فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حرمت اور احترام میں عزت اور اکرام میں بزرگی اور عظام میں تمام مسلمانوں میں ایسی ہیں جیسی خود ان کی اپنی مائیں۔ ہاں ماں کے اور احکام مثلاً خلوت یا ان کی لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کی حرمت یہاں ثابت نہیں گو بعض علماء نے ان کی بیٹیوں کو بھی مسلمانوں کی بہنیں لکھا ہے جیسے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے مختصر میں نصاً فرمایا ہے لیکن یہ عبارت کا اطلاق ہے نہ کہ حکم کا اثبات۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو جو کسی نہ کسی ام المومنین کے بھائی تھے انہیں ماموں کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نے تو کہا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو المومنین بھی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ ابو المومنین کہنے میں تو مسلمان عورتیں بھی آجائیں گی جمع مذکر سالم میں باعتبار

---

[1] [سورة النسآء: آيت ٦٥]

[2] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الايمان: باب حب الرسول الله من الايمان (١٥) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب وجوب محبة رسول الله اكثر من الاهل والولد (٤٤) نسائي: كتاب الايمان: باب علامة الايمان (٥٠٢٨) مسند احمد (١٧٧/٣)]

[3] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الايمان والنذور: باب كيف كانت يمين النبي (٦٦٣٢)]

[4] [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الاستقراض والابون: باب الصلوة على من ترك دينا (٢٣٩٩) مسند احمد (٣٥٦/٢)]

تغلب کے مونث بھی شامل ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ نہیں کہہ سکتے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت میں ﴿ أُمَّهَاتُهُمْ ﴾ کے بعد یہ لفظ ہیں ﴿ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ ﴾ یعنی آپ ان کے والد ہیں۔ مذہب شافعی میں بھی ایک قول یہی ہے۔ اور کچھ تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے قائم مقام باپ کے ہوں میں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں سنو! تم میں سے جب کوئی پاخانے میں جائے قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھے۔ نہ اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلے لے نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔ آپ تین ڈھیلے لینے کا حکم دیتے تھے اور گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت فرماتے تھے۔ (نسائی وغیرہ) [1] دوسرا قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باپ نہ کہا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بہ نسبت عام مومنوں مہاجرین اور انصار کے ورثے کے زیادہ مستحق قرابتدار ہیں۔ اس سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں جو بھائی چارہ کرایا تھا اسی کے اعتبار سے یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور قسمیں کھا کر ایک دوسرے کے جو حلیف بنے ہوئے تھے وہ بھی آپس میں ورثہ بانٹ لیا کرتے تھے۔ اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ پہلے اگر انصاری مرگیا تو اس کے وارث اس کے قرابت کے لوگ نہیں ہوتے تھے بلکہ مہاجر ہوتے تھے جن کے درمیان اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ حکم خاص ہم انصار و مہاجرین کے بارے میں اترا ہے ہم جب مکہ چھوڑ کر مدینے آئے تو ہمارے پاس کچھ مال نہ تھا یہاں آ کر ہم نے انصاریوں سے بھائی چارہ کیا یہ بہترین بھائی ثابت ہوئے یہاں تک کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے مال کے وارث بھی ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فلاں کے ساتھ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک زرقی شخص کے ساتھ۔ خود میرا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ یہ زخمی ہوئے اور زخم بھی کاری تھے اگر اس وقت ان کا انتقال ہو جاتا تو میں بھی ان کا وارث بنتا۔ پھر یہ آیت اتری اور میراث کا عام حکم ہمارے لئے بھی ہو گیا۔ [3] پھر فرماتا ہے ورثہ تو ان کا نہیں لیکن ویسے اگر تم اپنے ان مخلص احباب کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔ وصیت کے طور پر کچھ دے دلا سکتے ہو۔ پھر فرماتا ہے اللہ کا یہ حکم پہلے ہی سے اس کتاب میں لکھا ہوا تھا جس میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں ہوئی۔ بیچ میں جو بھائی چارے پر ورثہ بٹتا تھا یہ صرف ایک خاص مصلحت کی بنا پر خاص وقت تک کے لئے تھا اب یہ ہٹا دیا گیا اور اصلی حکم دے دیا گیا۔ واللہ اعلم

---

[1] [حسن: ابو داؤد : کتاب الطهارة : باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة (۸) ابن ماجه : كتاب الطهارة : باب كراهة مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين (۳۱۲) نسائی : كتاب الطهارة : باب النهي عن الاستطابه بالروث (٤٠) مسند احمد (۲/ ۲٥٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الاحزاب: آیت ٤٠]

[3] [مستدرك حاكم (۳/ ٤٤٣)]

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡكَ وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ‌ ۖ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۙ﴿۷﴾ لِّيَسۡـَٔلَ الصّٰدِقِيۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ‌ ۚ وَاَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۸﴾ ع

جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوح سے اور ابرہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا ○ تا کہ آخر کار اللہ سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے' نہ فرمانے والوں کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں ○

انبیاء علیہم السلام سے میثاق: فرمان ہے کہ ان پانچوں اولوالعزم پیغمبروں سے اور عام نبیوں سے سب سے ہم نے عہد ووعدہ لیا کہ وہ میرے دین کی تبلیغ کریں گے اس پر قائم رہیں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کی مدد امداد اور تائید کریں گے اور اتفاق واتحاد رکھیں گے۔ اسی عہد کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ﴾ [1] الخ' یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے قول وقرار لیا کہ جو کچھ کتاب وحکمت دے کر میں تمہیں بھیجوں پھر تمہارے ساتھ کی چیز کی تصدیق کرنے والا رسول آجائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ بولو تمہیں اس کا اقرار ہے؟ اور میرے سامنے اس کا پختہ وعدہ کرتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہمیں اقرار ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا بس اب گواہ رہنا اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ یہاں عام نبیوں کا ذکر کر کے پھر خاص جلیل القدر پیغمبروں کا نام بھی لے دیا۔ اسی طرح ان کے نام اس آیت میں بھی ہیں ﴿شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا﴾ [2] الخ' یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جو زمین پر اللہ کے پہلے پیغمبر تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے جو سب سے آخری پیغمبر تھے۔ اور ابراہیم' موسیٰ' اور عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر ہے جو درمیانی پیغمبر تھے۔ ایک لطافت اس میں یہ ہے کہ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور درمیانی پیغمبروں علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم' اور حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ یہاں تو ترتیب یہ رکھی کہ فاتح اور خاتم کا ذکر کر کے بیچ کے نبیوں کا بیان کیا اور اس آیت میں سب سے پہلے خاتم الانبیاء کا نام لیا اس لئے کہ سب سے اشرف وافضل آپ ہی ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے جس طرح آئے ہیں اسی طرح ترتیب وار بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام نبیوں پر اپنا درود وسلام نازل فرمائے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور دنیا میں آنے کے اعتبار سے سب سے آخر ہوں پس مجھ سے ابتداء کی ہے۔ [3] یہ حدیث

---

[1] [سورة آل عمران: آیت ۸۱] [2] [سورة الشورىٰ: آیت ۱۳]

[3] **[ضعیف** : ابو نعیم في الدلائل (۳) بغوی فی التفسير كما فی البداية والنهاية (۴۹۸/۳) الدر المنثور للسیوطی (۳۵۳/۵)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۶۶۱)] اس کی سند میں سعید بن بشیر راوی ضعیف ہے۔]

ابن ابی حاتم میں ہے لیکن اس کے ایک راوی سعید بن بشیر ضعیف ہیں۔ اور سند سے یہ مرسل ہے اور یہی مشابہت رکھتی ہے اور بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ پانچ پیغمبر ہیں۔ نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور محمد علیہم السلام اور ان میں بھی سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا ایک راوی حمزہ ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جس عہد و میثاق کا ذکر ہے یہ وہ ہے جو روز ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام انسانوں کو نکال کر لیا تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا گیا آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا ان میں مالدار مفلس خوبصورت اور ہر طرح کے لوگ دیکھے تو کہا کہ اللہ کیا اچھا ہوتا کہ تو نے ان سب کو برابر ہی رکھا ہوتا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ان میں جو انبیاء کرام علیہم السلام تھے انہیں بھی آپ نے دیکھا وہ روشنی کی مانند نمایاں تھے اور ان پر نور برس رہا تھا ان سے نبوت و رسالت کا ایک اور خاص عہد لیا گیا تھا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ صادقوں سے ان کے صدق کا سوال ہو یعنی ان سے جو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے والے تھے۔ ان کی امتوں میں سے جو بھی ان کو نہ مانے اسے سخت عذاب ہوگا۔ اے اللہ! تو گواہ رہ ہماری گواہی ہے ہم دل سے مانتے ہیں کہ بے شک تیرے رسولوں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو بلاکم وکاست پہنچا دیا۔ انہوں نے پوری خیر خواہی اور حق کو صاف طور پر نمایاں طریقے سے واضح کر دیا جس میں کوئی پوشیدگی' کوئی شبہ' کسی طرح کا شک نہ رہا گو بدنصیب' ضدی' جھگڑالو لوگوں نے انہیں نہ مانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرے رسولوں کی تمام باتیں سچ اور حق ہیں اور جس نے ان کی راہ نہ پکڑی وہ گمراہ اور باطل پر ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ﴿١٠﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جب کہ تمہارے مقابلے کو فوجیں کی فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں' جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو دیکھتا ہے ○ جب کہ دشمن تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے آ گئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت مختلف گمان کرنے لگے ○

جنگ خندق کا ذکر: جنگ خندق جو سنہ ۵ ہجری ماہ شوال میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنا فضل و احسان کیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے۔ جب کہ مشرکین نے پوری طاقت سے اور پورے اتحاد سے مسلمانوں کو مٹا دینے کے ارادے سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنگ خندق سنہ ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی کا

قصہ یہ ہے کہ بنونضیر کے یہودی سرداروں نے جن میں سلام بن ابوحقیق سلام بن مشکم کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے مکے میں آ کر قریشیوں کو جو اول ہی سے تیار تھے حضور ﷺ سے لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے زیر اثر لوگوں کے ساتھ آپ کی جماعت میں شامل ہیں۔ انہیں آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے ان سے ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ قریشیوں نے بھی ادھر ادھر سے پھر کر تمام عرب میں آگ لگا کر سب گرے پڑے لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا ان سب کا سردار ابوسفیان صخر بن حرب بنا اور غطفان کا سردار عیینہ بن حصن بن بدر مقرر ہوا۔ ان لوگوں نے کوشش کر کے دس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا اور مدینے کی طرف چڑھ دوڑے۔ حضور ﷺ کو جب اس لشکر کشی کی خبریں پہنچیں تو آپ نے بہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینے شریف کی مشرقی سمت میں خندق یعنی کھائی کھدوائی اس خندق کے کھودنے میں تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم شامل تھے اور خود آپ ﷺ بھی بہ نفس نفیس اس کے کھودنے اور مٹی ڈھونے میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مشرکین کا لشکر بلا مزاحمت مدینے شریف تک پہنچ گیا اور مدینے کے مشرقی حصے میں احد پہاڑ کے متصل اپنا پڑاؤ جمایا یہ تھا مدینے کا نچا حصہ اوپر کے حصے میں انہوں نے اپنی ایک بڑی بھاری جمعیت بھیج دی جس نے اعالی مدینہ میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور نیچے اوپر سے مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ حضور ﷺ اپنے ساتھ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو تین ہزار سے نیچے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ صرف سات سو تھے لے کر ان کے مقابلہ پر آئے۔ سلع پہاڑی کو آپ نے اپنی پشت پر کیا اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہو کر فوج کو ترتیب دیا۔ خندق جو آپ نے کھودی اور کھدوائی تھی اس میں پانی وغیرہ نہ تھا وہ صرف ایک گڑھا تھا جو مشرکین کے ریلے کو بے روک آنے نہیں دیتا تھا آپ نے بچوں اور عورتوں کو مدینے کے ایک محلے میں کر دیا۔ یہودیوں کی ایک جماعت بنوقریظہ مدینے میں تھی۔ مشرقی جانب ان کا محلّہ تھا۔ نبی ﷺ سے ان کا معاہدہ صلح مضبوط تھا ان کا بھی بڑا بھاری گروہ تھا تقریباً آٹھ سو جنگجو لڑنے کے قابل مردان میں موجود تھے مشرکین اور یہود نے ان کے پاس حیی بن اخطب نضری کو بھیجا اس نے انہیں بھی شیشے میں اتار کر سبز باغ دکھلا کر اپنی طرف کر لیا اور انہوں نے بھی ٹھیک موقع پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی۔ اور علانیہ طور پر صلح توڑ دی۔ باہر سے دس ہزار (١٠٠٠٠) کا وہ لشکر جو گھیرا ڈالے پڑا ہے اندر سے ان یہودیوں کی بغاوت جو بغلی پھوڑے کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمان بتیس دانتوں میں زبان یا آٹے میں نمک کی طرح ہو گئے۔ یہ کل سات سو آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ یہ وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں دل الٹ گئے طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ جھنجھوڑ دیئے گئے اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ مہینہ بھر تک محاصرہ کی یہی تلخ صورت قائم رہی۔

گو مشرکین کو یہ جرأت تو نہیں ہوئی کہ خندق سے پار ہو کر دستی لڑائی لڑتے، لیکن ہاں گھیرا ڈالے پڑے رہے اور مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔ البتہ عمرو بن عبدود عامری جو عرب کا مشہور شجاع پہلوان اور فن سپہ سالاری میں یکتا تھا ساتھ ہی بہادر جی دار اور قوی تھا ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے ساتھ چند جانباز پہلوانوں کو لے کر خندق سے اپنے گھوڑوں کو گزار لایا۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سواروں کی طرف اشارہ کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں

تیار نہ پا کر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس کے مقابلے پر آ جاؤ آپ گئے تھوڑی دیر تک تو دونوں بہادروں میں تلوار چلتی رہی لیکن بالآ خر علی رضی اللہ عنہ نے کفر کے اس دیو کو تہہ تیغ کیا۔ جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ فتح ہماری ہے۔ پھر پروردگار نے وہ تند وتیز آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام خیمے اکھڑ گئے کوئی چیز قرینے سے نہ رہی آگ کا جلانا مشکل ہوگیا۔ کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی بالآ خر تنگ آ کر نامرادی سے واپس ہوئے۔ جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ جس ہوا کا اس آیت میں ذکر ہے بقول مجاہد رحمہ اللہ یہ صبا ہے اور اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ میں صبا ہوا سے مدد دیا گیا ہوں اور قوم عاد کے لوگ تند وتیز ہواؤں سے ہلاک کئے گئے تھے۔ [1] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنوبی ہوا نے شمالی ہوا سے اس جنگ احزاب میں کہا کہ چل ہم تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے کہا کہ گرمی رات کو نہیں چلا کرتی۔ پھر ان پر صبا ہوا بھیجی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینے شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے کر آؤں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ اب میں چلا ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچادیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے نیچے پھینک دیا۔ [2] اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو۔ بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ایک نوجوان شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ اے ابوعبداللہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ! ہم جان نثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پاتے تو واللہ! آپ کو قدم زمین پر نہ رکھنے دیتے اپنی گردنوں پر اٹھا کر لے جاتے آپ نے فرمایا اے بھتیجے لو ایک واقعہ سنو جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جا کر لشکر کفار کی خبر لائے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب (٤١٠٥) صحیح مسلم : کتاب صلوۃ الاستسقاء : باب ریح الصبا والدبور (٩٠٠)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٣٦١)] اس میں عبداللہ عمری ضعیف ہے۔]

ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف کی بھوک کی، اور سردی کی انتہا تھی۔ پھر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا ہے کوئی جو جا کر یہ خبر دے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ کے رسول ﷺ اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔ اب تک بھی کوئی کھڑا نہ ہوا اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا۔ سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہا تھا خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے بالآخر میرا نام لے کر سرور رسول ﷺ نے آواز دی اب تو بے کھڑے ہوئے چارہ ہی نہ تھا۔ فرمانے لگے حذیفہ رضی اللہ عنہ تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے کوئی نیا کام نہ کرنا میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرأت کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں۔ چولہوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی ہیں۔ خیموں کی چوبیں اکھڑ گئی ہیں آگ جلا نہیں سکتے کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر نہیں رہی۔ اسی وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور باآواز بلند منادی کی کہ اے قریشیو! اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہو۔ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں نے کہا اب ہوشیار رہنا۔ پھر ابوسفیان نے کہا قریشیو اللہ گواہ ہے ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی۔ اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ ہم پکا کھا نہیں سکتے، آگ تک نہیں جلا سکتے، خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے میں تو تنگ آ گیا ہوں میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔ اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانو بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مار وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا پھر اس کا پاؤں کھولا۔ اس وقت ایسا اچھا موقع تھا کہ اگر میں چاہتا تو ایک تیر ہی میں ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔ اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے ہیں جو آپ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھی نماز میں مشغول ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اوڑھا دی۔ پھر رکوع وسجدہ کیا اور میں وہیں وہی چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ قریشیوں کے واپس لوٹ جانے کی خبر جب قبیلہ بنو غطفان کو پہنچی تو انہوں نے سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سردی کے قسم اللہ کی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں لشکر کفار میں پہنچا ہوں اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان پر چڑھا لیا اور چاہتا تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا نا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸۳۶۲)]

ممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں۔ ہاں جب میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور ﷺ نے اپنی چادر مجھے اوڑھا دی۔ میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا صبح خود حضور ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا اے سونے والے بیدار ہو جا۔ ① اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور آپ کے زمانے کو پاتے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کاش! کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو۔ برادر زادے جو تمنا تم کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے نہ جانے تم ہوتے تو کیا کرتے؟ ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر آپ نے مندرجہ بالا خندق کی رات کا واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہوا جھڑی اور آندھی کے ساتھ بارش بھی تھی۔ ②

اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ کے واقعات کو بیان فرما رہے تھے جو اہل مجلس نے کہا اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے اس پر آپ نے یہ واقعہ بیان فرمادیا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے۔ اندر سے بنو قریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں۔ بال بچے اور عورتیں مدینے میں ہیں۔ خطرہ لگا ہوا ہے کہ اگر بنو قریظہ نے اس طرف رخ کیا اور ایک ہی ساعت میں ہی عورتوں بچوں کا فیصلہ کر دیں گے۔ واللہ! اس رات جیسی خوف و ہراس کی حالت ہم پر کبھی نہیں گزری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں، آندھیاں اٹھتی ہیں اندھیرا چھا جاتا ہے، کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے کہ العظمۃ للہ۔ ساتھی کو دیکھنا تو کہاں اپنی انگلیاں بھی نظر نہیں آتی تھیں۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر کہ ہمارے بال بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں۔ حضور ﷺ سے آ آ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا جس نے کہا کہ میں جاؤں؟ آپ نے فرمایا شوق سے جاؤ۔ وہ ایک ایک ہو کر سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو کے قریب رہ گئے۔ حضور ﷺ اب تشریف لائے ایک ایک کو دیکھا میری عجیب حالت تھی نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے کوئی آلہ تھا نہ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ جب حضور ﷺ میرے پاس پہنچے اس وقت میں گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا حذیفہ۔ فرمایا حذیفہ سن! واللہ مجھ پر تو زمین تنگ آ گئی کہ کہیں حضور ﷺ مجھے کھڑا نہ کریں میری تو درگت ہو رہی ہے لیکن کرتا کیا حضور ﷺ کا فرمان تھا میں نے کہا حضور ﷺ سن رہا ہوں ارشاد؟ آپ ﷺ نے فرمایا دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے جاؤ ان کی خبر لاؤ۔ واللہ! اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی۔ لیکن حضور ﷺ کا

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب غزوة الاحزاب (۱۷۸۸)]

② [بیهقی فی دلائل النبوة (۴۵۴/۳) مستدرك حاكم (۳۱/۳)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

حکم سنتے ہی کھڑا ہوگیا۔ اور چلنے لگا تو میں نے سنا کہ آپ میرے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ اس کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اس کی حفاظت کر۔ حضور ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف ڈر دہشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے آواز دے کر فرمایا دیکھو حذیفہ وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے پہچانتا نہ تھا۔ میں گیا تو وہاں یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی ہے کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھی وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی واللہ اس سے ایک بالشت بھر باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفایت کر دی ہے اور آپ کے دشمنوں کو مات دی۔ [1] اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ جب کبھی کوئی گھبراہٹ اور دقت کا وقت ہوتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ [2] جب میں نے حضور ﷺ کو خبر پہنچائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ شدت خوف اور سخت گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئی تھیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تھے اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آ جائیں گے عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو ہمیں کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے مسلمان تو یقین کرتے تھے کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے ﴿وَلَمَّا رَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ الخ، لیکن منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت ﷺ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عین اس وقت گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور ﷺ اس وقت ہمیں بچاؤ کی کوئی دعا تلقین کریں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو ﴿اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا﴾ اللہ ہماری پردہ پوشی کر اللہ ہمارے خوف ڈر کو امن و امان سے بدل دے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ دعائیں بلند ہوئیں ادھر اللہ کا لشکر ہواؤں کی شکل میں آیا اور کافروں کا تیا پانچا کر دیا۔ [3] فالحمد لله

---

[1] [حسن : بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۴۵۰)]

[2] [حسن : مسند احمد (۵/۳۸۸) ابوداود : کتاب الصلاة : باب وقت قیام النبی من اللیل (۱۳۱۹)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [اسناده ضعیف : مسنداحمد (۳/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۰۹۹۶)] البتہ اس روایت میں موجود دعا دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔]

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

یہیں مومنوں کا امتحان کر لیا گیا اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے ○ اس وقت منافق اور کمزور دل والے کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکے فریب کے ہی وعدے کئے تھے ○ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینے والو! تمہارے ٹھہرنے کا یہ موقعہ نہیں چلو لوٹ چلو ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں، دراصل وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے لیکن ان کا تو پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا ہو چکا تھا ○

منافقوں کی حالت: اس گھبراہٹ اور پریشانی کا حال بیان ہو رہا ہے جو جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی تھی کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور کافی لشکر سے گھیر اڈالے کھڑا ہے۔ اندرون شہر میں بغاوت کی آگ بھڑک ہوئی ہے یہودیوں نے دفعتہً صلح توڑ کر بے چینی پیدا کر دی ہے۔ مسلمان کھانے پینے تک سے تنگ ہو گئے ہیں۔ منافق کھلم کھلا الگ ہو گئے ہیں۔ ضعیف دل لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ بس اللہ کے اور رسول ﷺ کے وعدے دیکھ لئے۔ کچھ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے کان میں صور پھونک رہے ہیں کہ میاں پاگل ہوئے ہو؟ دیکھ نہیں رہے دو گھڑی میں نقشہ پلٹنے والا ہے۔ بھاگ چلو۔ لوٹو لوٹو واپس چلو۔ یثرب سے مراد مدینہ ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ جو دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان ہے پہلے تو میرا خیال ہوا تھا کہ یہ ہجر ہے لیکن نہیں وہ جگہ یثرب ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جگہ مدینہ ہے۔ [1] البتہ یہ خیال رہے کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے جو مدینے کو یثرب کہے وہ استغفار کر لے۔ مدینہ تو طابہ ہے وہ طابہ ہے یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ [2] کہا گیا ہے کہ عمالیق میں سے جو شخص یہاں آ کر ٹھہرا تھا چونکہ اس کا نام یثرب بن عبیل بن مہلائیل بن عوض بن عملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح تھا اس لئے اس شہر کو بھی اسی کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بھی قول ہے کہ تورات شریف میں اس کے گیارہ نام آئے ہیں۔ مدینہ، طابہ، طیبہ، مسکینۃ، جابرہ، محبہ، محبوبہ، قاصمہ، مجبورہ، عذراء، مرحومہ۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تورات میں یہ عبارت پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف سے فرمایا اے طیبہ

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام (۳۶۲۲) صحیح مسلم : کتاب الرویا : باب رویا النبی (۲۲۷۲)]

[2] [**ضعیف** : مسند احمد (۴/ ۲۸۵)] اس میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اے طابہ اور اے مسکینہ خزانوں میں مبتلا نہ ہو تمام بستیوں پر تیرا درجہ بلند ہوگا۔ کچھ لوگ تو اس موقعہ خندق پر کہنے لگے یہاں حضور ﷺ کے پاس ٹھہرنے کی جگہ نہیں اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ بنو حارثہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھروں میں چوری ہونے کا خطرہ ہے وہ خالی پڑے ہیں ہمیں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہئے۔ اوس بن قیظی نے بھی یہی کہا تھا کہ ہمارے گھروں میں دشمن کے گھس جانے کا اندیشہ ہے ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات بتلادی کہ یہ تو ڈھونگ رچایا ہے حقیقت میں عذر کچھ بھی نہیں نامردی سے بھگوڑا پن دکھاتے ہیں۔ لڑائی سے جی چرا کر سرکنا چاہتے ہیں۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

اگر مدینے کے چوطرف سے ان پر لشکر داخل کئے جائیں پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو یہ ضرور برپا کردیں گے اور کچھ ڈھیل بھی کریں گے تو یونہی سی ○ اس سے پہلے تو انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اللہ سے کئے ہوئے عہد کی باز پرس ضرور ہے ○ کہہ دے کہ گو تم موت سے یا خوف قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ مند کئے جاؤ گے ○ پوچھ تو کہ اگر اللہ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے یا تم سے روک سکے؟ اپنے لئے بجز اللہ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار ○

بلا عذر جہاد سے پیٹھ پھیرنا قابل مذمت: جو لوگ یہ عذر کر کے جہاد سے بھاگ رہے تھے کہ ہمارے گھر اکیلے پڑے ہیں جن کا بیان اوپر گزرا۔ ان کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر ان پر دشمن مدینے کے چاروں طرف سے اور ہر ہر رخ سے آ جائے پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کیا جائے تو یہ بے تأمل کفر کو قبول کرلیں گے لیکن تھوڑے خوف اور خیالی دہشت کی بنا پر ایمان سے دست برداری کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہی تو ہیں جو اس سے پہلے لمبی لمبی ڈینگیں مارتے تھے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والے نہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ جو وعدے انہوں نے اللہ سے کئے تھے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ موت وفوت سے بھاگنا لڑائی سے منہ چھپانا میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔ حالانکہ دنیا تو آخرت جیسی باقی چیز کے مقابلے پر کل کی کل حقیر اور محض ناچیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بجز اللہ کے کوئی نہ دے سکے نہ دلا سکے نہ مددگاری کر سکے نہ حمایت پر آ سکے۔ اللہ اپنے ارادوں کو پورا کر کے ہی رہتا ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

اللہ تعالیٰ تم میں سے انہیں بخوبی جانتا ہے جو دوسروں کو روکتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ' اور کبھی کبھی ہی لڑائی میں آجاتے ہیں ○ تمہاری مدد میں پورے بخیل ہیں' پھر جب ڈر دہشت کا موقعہ آجائے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف نظریں جما دیتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرف گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر موت کی غشی طاری ہو' پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں مال کے بڑے ہی حریص ہیں۔ یہ ایمان لائے ہی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال نابود کر دیئے ہیں' اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے ○

جہاد سے روکنے والے اللہ کے علم میں ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے محیط علم سے انہیں خوب جانتا ہے جو دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ اپنے ہم صحبتوں سے یار دوستوں سے کنبے قبیلے والوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اپنے گھروں کو اپنے آرام کو اپنی زمین کو اپنے بیوی بچوں کو نہ چھوڑو۔ خود بھی جہاد میں آتے نہیں یہ اور بات ہے کہ کسی کسی وقت منہ دکھا جائیں اور نام لکھا جائیں۔ یہ بڑے بخیل ہیں نہ ان سے تمہیں کوئی مدد پہنچے نہ ان کے دل میں تمہاری ہمدردی' نہ مال غنیمت میں تمہارے حصے پر یہ خوش۔ خوف کے وقت تو ان نامردوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں' آنکھیں چھاچھ پانی ہو جاتی ہیں' مایوسانہ نگاہوں سے تکنے لگتے ہیں۔ لیکن خوف دور ہوا کہ انہوں نے لمبی لمبی زبانیں نکال ڈالیں اور بڑھے چڑھے دعوے کرنے لگے اور شجاعت و مردمی کا دم بھرنے لگے۔ اور مال غنیمت پر بے طرح گرنے لگے۔ ہمیں دو ہمیں دو کا غل مچا دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھی ہیں۔ ہم نے جنگی خدمات انجام دی ہیں' ہمارا حصہ ہے۔ اور جنگ کے وقت صورتیں بھی نہیں دکھاتے بھاگتوں کے آگے اور لڑتوں کے پیچھے رہا کرتے ہیں دونوں عیب جس میں جمع ہوں اس جیسا بے خیر انسان اور کون ہوگا؟ امن کے وقت عیاری بدخلقی بدزبانی اور لڑائی کے وقت نامردی روباہ بازی اور زنانہ پن۔ لڑائی کے وقت حائضہ عورتوں کی طرح الگ اور یکسو اور مال لینے کے وقت گدھوں کی طرح ڈھینچو ڈھینچو۔ اللہ فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے دل شروع سے ہی ایمان سے خالی ہیں۔ اس لئے ان کے اعمال بھی اکارت ہیں۔ اللہ پر یہ آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۸

سمجھتے ہیں کہ اب تک لشکر چلے نہیں گئے اور اگر فوجیں آ جائیں تو تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش کہ وہ جنگلوں میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے کہ تمہاری خبریں دریافت کیا کرتے۔ اگر وہ تم میں موجود ہوں تو بھی کیا؟ یونہی چھدا اتارنے کو ذرا سی لڑائی کر لیں ○

ان کی بزدلی اور ڈرپوکی کا یہ عالم ہے کہ اب تک انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں ہوا کہ لشکر کفار لوٹ گیا اور خطرہ ہے کہ وہ پھر کہیں آ نہ پڑے۔ مشرکین کے لشکروں کو دیکھتے ہی چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کاش کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس شہر میں ہی نہ ہوتے بلکہ گنواروں کے ساتھ کسی اجاڑ گاؤں یا کسی دور دراز کے جنگل میں ہوتے کسی آتے جاتے سے پوچھ لیتے کہ کہو بھئی لڑائی کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اگر تمہارے ساتھ بھی ہوں تو بیکار ہیں۔ ان کے دل مردہ ہیں' نامردی کے گھن نے انہیں کھوکھلا کر رکھا ہے۔ یہ کیا لڑیں گے اور کونسی بہادری دکھائیں گے؟

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ
وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ؕ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ
وَرَسُوۡلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمۡ اِلَّاۤ اِيۡمَانًا وَّتَسۡلِيۡمًا ؕ﴿۲۲﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے آخری دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے ○ ایمانداروں نے جب کفار کے لشکر کو دیکھا بے ساختہ کہہ اٹھے کہ انہیں کا وعدہ ہمیں اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں یہ تو اپنے ایمان میں اور شیوہ فرمانبرداری میں اور بھی بڑھ گئے ○

رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ: یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اقوال' افعال' احوال' اقتدا' پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں جو صبر تحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور ﷺ نے قائم کی۔ مثلاً راہ اللہ کی تیاری میں شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزو اعظم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ اللہ کے حبیب' احمد' مجتبیٰ ﷺ کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان کے اوصاف سے اپنے تئیں بھی موصوف کریں۔ اسی لئے قرآن کریم ان لوگوں کو جو اس وقت سٹ پٹا رہے تھے اور گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم نے میرے نبی ﷺ کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول (ﷺ) تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے تھا تمہیں صبر و استقلال کی نہ صرف تلقین تھی بلکہ ثابت قدمی استقلال اور اطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے تھا۔ تم جب کہ اللہ پر' قیامت پر ایمان رکھتے ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ قائم کرتے؟ پھر اللہ کی فوج کے سچے مومنوں کو حضور ﷺ کے سچے ساتھیوں کے

ایمان کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے جب ٹڈی دل لشکر کفار کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں ہی بول اٹھے کہ انہی پر فتح پانے کی خوشخبری ہمیں دی گئی ہے۔ ان ہی کی شکست کا ہم سے وعدہ ہوا ہے اور وعدہ بھی کس کا اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا۔ اور یہ ناممکن محض ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا وعدہ غلط ہو یقیناً ہمارے سر اس جنگ کی فتح کا سہرا ہو گا۔ ان کے اس کامل یقین اور سچے ایمان کو رب نے بھی دیکھ لیا اور دنیا اور آخرت میں انجام کی بہتری انہیں عطا فرمائی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ کے جس وعدہ کی طرف اس میں اشارہ ہے وہ آیت یہ ہے جو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ الخ، یعنی کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بغیر اس کے کہ تمہاری آزمائش ہو تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ تم سے اگلے لوگوں کی آزمائش بھی ہوئی انہیں بھی دکھ درد لڑائی بھڑائی میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ انہیں ہلایا گیا کہ ایماندار اور خود اللہ کے رسول کی زبان سے نکل گیا کہ اللہ کی مدد کو دیر کیوں لگ گئی؟ یاد رکھو رب کی مدد بہت ہی قریب ہے یعنی یہ تو صرف امتحان ہے ادھر تم نے ثابت قدمی دکھائی ادھر رب کی مدد آ گئی اللہ اور اس کا رسول سچا ہے فرماتا ہے کہ ان اصحاب پر رسول ﷺ کا ایمان اپنے مخالفین کی اس قدر زبردست جمعیت دیکھ کر اور بڑھ گیا۔ یہ اپنے ایمان میں اپنی تسلیم میں اور بڑھ گئے۔ یقین کامل ہو گیا فرمانبرداری اور بڑھ گئی۔ اس آیت میں دلیل ہے ایمان کی زیادتی ہونے پر۔ بہ نسبت اوروں کے ان کے ایمان کے قوی ہونے پر جمہور ائمہ کرام کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ہم نے بھی اس کی تقریر شرح بخاری کے شروع میں کردی ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔ پس فرماتا ہے کہ اس تنگی ترشی نے اس سختی اور تنگ حالی نے اس حال اور اس نقشہ نے ان کا جو ایمان اللہ پر تھا اسے اور بڑھا دیا اور جو تسلیم کی خوان میں تھی کہ اللہ ورسول کی باتیں مانا کرتے تھے اور ان پر عامل تھے اس اطاعت میں اور بڑھ گئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ
وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٢٤﴾

مومنوں میں وہ جوانمرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ سے کئے تھے انہیں سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ○ تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور اگر چاہے منافقوں کو سزا دے یا ان پر بھی مہربانی فرمائے اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے ○

اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرنے والے لوگ: منافقوں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ وقت سے پہلے تو جاں نثاری کے لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے لیکن وقت آنے پر پورے بزدل اور نامرد ثابت ہوئے سارے دعوے اور وعدے دھرے کے دھرے رہ گئے اور بجائے ثابت قدمی کے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ بعض نے تو جام شہادت نوش فرما لیا اور بعض اس کے انتظار میں

بے چین ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنی تھی۔ آخر حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت ملی یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول کریم ﷺ نے دو گواہوں کے برابر کر دیا تھا وہ آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ﴾ الخ' ہے۔ [1]

یہ آیت حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے [2] واقعہ یہ ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا انہیں سخت افسوس تھا کہ سب سے پہلی جنگ میں جس میں خود رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس شریک تھے میں شامل نہ ہو سکا اب جو جہاد کا موقعہ آئے گا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سچائی دکھا دوں گا اور یہ بھی کہ میں کیا کرتا ہوں؟ اس سے زیادہ کہتے ہوئے خوف کھایا۔ اب جنگ احد کا موقعہ جب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ واپس آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تعجب سے فرمایا کہ ابوعمرو کہاں جا رہے ہو؟ واللہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف جنت کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ کہتے ہیں آپ آگے بڑھے اور مشرکوں پر خوب تلوار چلائی۔ چونکہ مسلمان لوٹ گئے تھے یہ تنہا تھے ان کے بے پناہ حملوں نے کفار کے دانت کھٹے کر دیئے اور کفار لڑتے ان کی طرف بڑھے اور چاروں طرف سے گھیر لیا اور شہید کر دیا۔ آپ کو اسی (۸۰) سے اوپر اوپر زخم آئے تھے کوئی نیزے کا کوئی تلوار کا کوئی تیر کا۔ شہادت کے بعد کوئی پہچان نہ سکا یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو پہچانا اور وہ بھی ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے دیکھ کر۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہی ایسے تھے جنہوں نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ [3]

اور روایت میں ہے کہ جب مسلمان بھاگے تو آپ نے فرمایا اے اللہ انہوں نے جو کیا میں اس سے اپنی معذوری ظاہر کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کیا اس سے میں بیزار ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ساتھ چلے بھی لیکن فرماتے ہیں جو وہ کر رہے تھے وہ میری طاقت سے باہر تھا۔ [4] حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ابن ابی حاتم میں ہے کہ جنگ احد سے جب رسول اللہ ﷺ واپس مدینے آئے تو منبر پر چڑھ کر حمد وثناء بیان کی اور مسلمانوں سے ہمدردی ظاہر کی جو شہید ہو گئے تھے ان کے درجوں کی خبر دی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یارسول اللہ! جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے

---

[1] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب الجهاد : باب قول الله تعالى من المؤمنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه (۲۸۰۷)، (۲۷۸٤) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة التوبه (۳۱۰٤)]

[2] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينظر (٤۷۸۳)]

[3] [صحیح: صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب ثبوت الجنة للشهيد (۱۹۰۳) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة الاحزاب (۳۲۰۰) مسنداحمد (۱۹٤/۳)]

[4] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب الجهاد : باب قول الله عزوجل من المؤمنين رجال صدقو ما عهدو الله عليه (۲۸۰۵) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة الاحزاب (۳۲۰۱)]

وہ کون ہیں؟ اس وقت میں سامنے سے آرہا تھا اور حضرمی سبز رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے پوچھنے والے یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ [1] ان کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئے جب وہاں سے واپس آنے لگے دروازے سے باہر نکلے ہی تھے جو جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بلایا اور فرمایا آؤ مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمہارے والد طلحہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنا عہد اور نذر پوری کر دی۔ [2] رب العالمین ان کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ بعض اس دن کے منتظر ہیں کہ پھر لڑائی ہو اور وہ اپنی کارگزاری اللہ کو دکھائیں اور جام شہادت نوش فرمائیں۔ پس بعض نے تو سچائی اور وفاداری ثابت کی ہے اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں انہوں نے نہ عہد بدلا نہ نذر کو پوری نہ کرنے کا کبھی انہیں خیال گزرا بلکہ وہ اپنے وعدے پر قائم ہیں وہ منافقوں کی طرح وقت پر بہانے بنانے والے نہیں۔ یہ خوف اور زلزلہ محض اس واسطے تھا کہ خبیث وطیب کی تمیز ہو جائے اور برے بھلے کا حال ہر ایک پر کھل جائے۔ کیونکہ اللہ تو عالم الغیب ہے اس کے نزدیک تو ظاہر و باطن برابر ہے جو نہیں ہوا اسے بھی وہ تو اسی طرح جانتا ہے جس طرح اسے جو ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی عادت ہے کہ جب تک مخلوق عمل نہ کرلے انہیں صرف اپنے علم کی بنا پر جزا سزا نہیں دیتا۔ جیسے اس کا فرمان ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ﴾ [3] الخ، ہم تمہیں خوب پرکھ کر مجاہدین اور صابرین کو تم میں سے ممتاز کر دیں گے پس وجود سے پہلے کا علم پھر وجود کے بعد کا علم دونوں اللہ کو ہیں اور اس کے بعد جزا سزا ہے جیسے فرمایا ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ﴾ [4] الخ، یعنی اللہ تعالیٰ جس حال پر تم ہو اسی پر مومنوں کو چھوڑ دے ایسا نہیں جب تک کہ وہ بھلے برے کی تمیز نہ کرلے نہ اللہ ایسا ہے کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور عہد شکن منافقوں کو سزا دے۔ یا انہیں توبہ کی توفیق دے کہ یہ اپنی روش بدل دیں اور سچے دل سے اللہ کی طرف جھک جائیں تو اللہ بھی ان پر مہربان ہو جائے اور ان کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کی خطائیں معاف فرمانے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ اس کی رأفت ورحمت غضب وغصے سے بڑھی ہوئی ہے۔

---

[1] [حسن صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الاحزاب (۳۲۰۳) مسند ابو یعلی (٦٦٣) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۸٤۳۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۱/۳)]

[2] [ضعیف: ترمذی: کتاب المناقب: باب مناقب ابی محمد طلحة بن عبیداللہ (۳۷۲۰) ابن ماجه: مقدمه: باب فضل طلحة بن عبیداللہ (۱۲٦) ابن ابی عاصم فی السنة (۱۳۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی]

[3] [سورۃ محمد: آیت ۳۱]

[4] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۷۹]

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ 25

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے ہی نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوئی اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کو کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا اور غالب ہے۔

اللہ ہی مومنوں کو کافی: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے طوفان باد و باراں بھیج کر اور اپنے نہ نظر آنے والے لشکر اتار کر کافروں کی کمر توڑ دی اور انہیں سخت مایوسی اور نامرادی کے ساتھ محاصرہ ہٹانا پڑا۔ بلکہ اگر رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت میں یہ نہ ہوتے تو یہ ہوائیں ان کے ساتھ وہی کرتیں جو عادیوں کے ساتھ اس بے برکت ہوا نے کیا تھا چونکہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ تو جب تک ان میں ہے اللہ انہیں عام عذاب نہیں کرے گا [1] لہٰذا انہیں صرف ان کی شرارت کا مزہ چکھا دیا۔ ان کے مجمع کو منتشر کر کے ان پر سے اپنا عذاب ہٹا لیا۔ چونکہ ان کا یہ اجتماع محض ہوائے نفسانی تھا اس لئے ہوا نے ہی انہیں پراگندہ کر دیا جو سوچ سمجھ کر آئے تھے سب خاک میں مل گیا کہاں کی غنیمت؟ کہاں کی فتح؟ جان کے لالے پڑ گئے۔ اور ہاتھ ملتے دانت پیستے پیچ و تاب کھاتے ذلت و رسوائی کے ساتھ نامرادی اور ناکامیابی سے واپس ہوئے۔ دنیا کا خسارہ الگ اور آخرت کا وبال الگ ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اپنے قصد کو عملی صورت بھی دے دے پھر وہ اس میں کامیاب نہ ہو گنہگار تو ہو ہی گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قتل اور آپ کے دین کو فنا کرنے کی آرزو پھر اہتمام پھر اقدام سب کچھ انہوں نے کر لیا۔ لیکن قدرت نے دونوں جہان کا بوجھ ان پر لاد کر انہیں جلے دل سے واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مومنوں کی طرف سے ان کا مقابلہ کیا۔ نہ مسلمان ان سے لڑے نہ انہیں ہٹایا۔ بلکہ مسلمان اپنی جگہ پر رہے اور وہ بھاگتے رہے۔ اللہ نے اپنے لشکر کی لاج رکھ لی اور اپنے بندے کی مدد کی اور خود ہی کافی ہو گیا اسی لئے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کی عزت کی۔ تمام دشمنوں سے آپ ہی نمٹ لیا اور سب کو شکست دے دی۔ اس کے بعد اور کوئی بھی نہیں۔ [2] (بخاری مسلم)

حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقعہ پر جناب باری تعالیٰ سے جو دعا کی تھی وہ بھی بخاری مسلم میں مروی ہے آپ نے فرمایا ﴿اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ﴾ اے اللہ اے کتاب اتارنے والے جلد حساب لے لینے والے ان لشکروں کو شکست دے دے اور انہیں ہلا ڈال۔ [3] اس فرمان ﴿وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ﴾ یعنی اللہ نے مومنوں کی کفایت جنگ سے کر دی۔ اس میں ایک

---

[1] [سورة الانفال: آیت ٣٣]

[2] **[صحيح** : صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب عزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٤) صحيح مسلم : كتاب الذكر و الدعاء : باب التعوذ من شرما عمل و من شر مالم يعمل (٢٧٢٤)]

[3] **[صحيح** : صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٥) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب استحباب الدعا بالنصر عند لقاء العدود (١٧٤٢)]

نہایت لطیف بات یہ ہے کہ نہ صرف اس جنگ سے ہی مسلمان چھوٹ گئے بلکہ آئندہ ہمیشہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے بچ گئے کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑیں۔ چنانچہ آپ تاریخ دیکھ لیں جنگ خندق کے بعد کافروں کی ہمت ہی نہیں پڑی کہ وہ مدینے پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جگہ خود چڑھائی کرتے۔ ان کے منحوس قدموں سے اللہ نے اپنے نبی کے مسکن و آرام گاہ کو محفوظ کر لیا فَالْحَمْدُ لِلّٰہ ۔ بلکہ برخلاف اس کے مسلمان ان پر چڑھ چڑھ گئے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اللہ نے شرک و کفر ختم کر دیا۔ جب اس جنگ سے کافر لوٹے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی فرما دیا تھا کہ اس سال کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے [1] چنانچہ یوں ہی ہوا۔ یہاں تک کہ فتح مکہ ہو گیا۔ اللہ کی قوت کا مقابلہ بندے کے بس کا نہیں۔ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اسی نے اپنی مدد و قوت سے ان کے بپھرے ہوئے اور بکھرے ہوئے لشکروں کو پسپا کیا۔ انہیں برائے نام بھی کوئی نفع نہ پہنچا۔ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو غالب کیا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے عبد و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ**

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾

جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کر لی تھی انہیں بھی اللہ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں بھی رعب بھر دیا۔ کہ تم ان کی ایک جماعت کو تو قتل کر رہے ہو اور ایک جماعت کو قیدی بنا رہے ہو ○ اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا ان کے گھر بار کا ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تمہارے قدم ہی نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکنے پر قادر ہے ○

یہود کی عہد شکنی و غداری: اتنا ہم پہلے لکھ چکے ہیں جب مشرکین و یہود کے لشکر مدینے پر آئے اور انہوں نے گھیرا ڈالا تو بنو قریظہ کے یہودی جو مدینے میں تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان ہو چکا تھا انہوں نے بھی عین موقعہ پر بے وفائی کی اور عہد توڑ کر آنکھیں دکھانے لگے ان کا سردار کعب بن اسد باتوں میں آ گیا اور حیی بن اخطب خبیث نے اسے بدعہدی پر آمادہ کر دیا پہلے تو یہ نہ مانا اور اپنے عہد پر قائم رہا حیی نے کہا کہ دیکھ تو سہی میں تو تجھے عزت کا تاج پہنانے آیا ہوں۔ قریش اور ان کے ساتھی غطفان اور ان کے ساتھی اور ہم سب ایک ساتھ ہیں۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ایک ایک مسلمان کا قیمہ نہ کر لیں یہاں سے نہیں ہٹنے کے کعب چونکہ جہاندیدہ شخص تھا اس نے جواب دیا کہ محض غلط ہے۔ یہ تمہارے بس کے نہیں تو ہمیں ذلت کا طوق پہنانے آیا ہے۔ تو بڑا منحوس شخص ہے میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھے اپنی مکاری کا شکار نہ بنا لیکن حیی پھر بھی نہ ٹلا اور اسے سمجھاتا بجھاتا رہا۔ آخر میں کہا سن اگر بالفرض قریش اور غطفان بھاگ بھی جائیں تو میں مع اپنی جماعت کے تیری گڑھی میں آ جاؤں گا اور جو کچھ تیرا اور تیری قوم کا حال ہو گا وہی میرا اور میری قوم کا حال ہو گا۔ بالآخر کعب پر حیی کا جادو چل گیا اور بنو قریظہ نے صلح توڑ دی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سخت صدمہ ہوا اور بہت ہی بھاری پڑا پھر جب اللہ تعالیٰ نے

---

[1] [صحيح: صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٠)]

اپنے غلاموں کی مدد کی اور حضور ﷺ مع اصحاب کے مظفر و منصور مدینے شریف کو واپس آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہتھیار کھول دیئے اور حضور ﷺ بھی ہتھیار اتار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لئے غسل کرنے کو بیٹھے ہی تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوئے آپ کے سر پر ریشمی عمامہ تھا خچر پر سوار تھے جس پر ریشمی گدی تھی۔ فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے کمر کھول لی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا لیکن فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کیے۔ میں کافروں کے تعاقب سے ابھی ابھی آ رہا ہوں۔ سنئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلئے اور ان کی پوری گوشمالی کیجئے۔ مجھے بھی اللہ کا حکم مل چکا ہے کہ میں انہیں تھرا دوں۔ حضور ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تیار ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم میں سے ہر ایک عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔ ظہر کے بعد یہ حکم ملا تھا بنو قریظہ کا قلعہ یہاں سے کئی میل پر تھا۔ نماز کا وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو راستہ ہی میں آ گیا تو بعض نے تو نماز ادا کر لی اور فرمایا حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت تیز چال چلیں۔ اور بعض نے کہا ہم وہاں پہنچے بغیر نماز نہیں پڑھیں گے جب آپ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے دونوں میں سے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ آپ نے مدینے پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیچھے ہی پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور جا کر ان کے قلعہ کو گھیر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ جب یہودیوں کا ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریظہ میں اور قبیلہ اوس میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق و یگانگت تھی ایک دوسرے کے حلیف تھے اس لئے ان یہویوں کو یہ خیال رہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمارا لحاظ اور پاس کریں گے جیسے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع کو چھڑوایا تھا ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا حضور ﷺ نے زخم پر داغ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا کہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کر لیا کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ اس میں شرکت کرسکوں اور اگر تو نے کوئی ایک لڑائی بھی ایسی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہاتا رہے لیکن اے میرے رب! جب تک میں بنو قریظہ قبیلے کی سرکشی کی سزا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کرلوں تو میری موت کو موخر فرمانا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ یہ دعا کرتے ہیں ادھر یہود ان بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضا مندی کر کے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ آدمی بھیج کر آپ کو مدینے سے بلواتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کر لئے گئے اور سارا قبیلہ ان سے لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھیئے گا بنو قریظہ آپ کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے۔ وہ آپ کے حلیف ہیں۔ آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر رحم فرمایئے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے گا۔ دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں وغیرہ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ محض

خاموش تھے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا آخر آپ نے فرمایا وقت آ گیا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں ۔یہ سنتے ہی ان لوگوں کے تو دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول اللہ ﷺ تھے تو آپ نے فرمایا لوگو! اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو عزت واکرام وقعت واحترام سے سواری سے اتارا یہ اس لئے تھا کہ اس وقت آپ حاکم کی حیثیت میں تھے ان کے فیصلے پورے ناطق ونافذ سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضا مند ہو کر قلعے سے نکل آئے ہیں اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم کیجئے۔ آپ نے کہا کیا جو میں ان پر حکم کروں وہ پورا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہوگی؟ آپ نے فرمایا یقیناً۔ پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم تھے۔لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی اور عزت وعظمت کی وجہ سے حضور ﷺ نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے میں کہتا ہوں بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا اے سعد! تم نے ان کے بارے میں وہی حکم دیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان کے اوپر حکم کیا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے سچے مالک اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے۔

پھر حضور ﷺ کے حکم سے خندقیں کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں۔ یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے اور ان کی عورتیں نابالغ بچے اور مال لے لئے گئے۔ [1] ہم نے یہ کل واقعات اپنی کتاب السیر میں تفصیل سے لکھ دیئے ہیں۔ والحمد للہ ۔ پس فرماتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کافروں کے لشکروں کی ہمت افزائی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرا دیئے۔ اس قوم قریظہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانے میں آ کر حجاز میں اسی طمع میں بسے تھے کہ نبی آخر الزمان کی پیش گوئی ہماری کتابوں میں ہے وہ چونکہ یہیں ہونے والے ہیں تو ہم سب سے پہلے آپ کی اتباع کی سعادت سے مسعود ہوں گے۔لیکن ان ناخلفوں نے جب اللہ کے وہ نبی آئے ان کی تکذیب کی جس کی وجہ سے اللہ کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔ ﴿صَيَاصِي﴾ سے مراد قلعے ہیں اسی معنی کے لحاظ سے سینگوں کو بھی ﴿صَيَاصِي﴾ کہتے ہیں اس لئے کہ جانور کے سارے جسم کے اوپر اور سب سے بلند یہی ہوتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا انہوں نے ہی مشرکین کو بھڑکا کر رسول اللہ ﷺ پر چڑھائی کرائی تھی۔ عالم جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینا چاہا تھا لیکن معاملہ برعکس ہو گیا پانسہ پلٹ گیا قوت کمزوری سے اور مراد نامرادی سے بدل گئی۔ نقشہ بگڑ گیا حمایتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ بے دست وپارہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الخندق وهي الاحزاب (٤١١٧) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٤٣)]

گئے۔ عزت کی خواہش نے ذلت دکھائی مسلمانوں کے برباد کرنے اور پیس ڈالنے کی خواہش نے اپنے تئیں پسوا دیا۔ اور ابھی آخرت کی محرومی باقی ہے۔ کچھ قتل کردیئے گئے باقی قید کرلئے گئے۔ عطیہ قرظی کا بیان ہے کہ میں جب حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو میرے بارے میں حضور ﷺ کو کچھ تردد ہوا۔ فرمایا اسے الگ لے جاؤ دیکھو اگر اس کے ناف کے نیچے بال ہوں تو قتل کردو ورنہ قیدیوں میں بٹھادو دیکھا تو میں بچہ ہی تھا زندہ چھوڑ دیا گیا۔ ① ان کی زمین، گھر، ان کے مال کے مالک مسلمان بن گئے بلکہ اس زمین کے بھی جواب تک پڑی تھی اور جہاں مسلمانوں کے نشان قدم بھی نہ پڑے تھے یعنی خیبر کی زمین یا مکہ شریف کی زمین۔ یا فارس یا روم کی زمین اور ممکن ہے کہ یہ کل خطے مراد ہوں اللہ بڑی قدرتوں والا ہے۔

مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خندق والے دن میں لشکر کا کچھ حال معلوم کرنے نکلی۔ مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے بہت تیز آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی میں راستے سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئی دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف جارہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حارث بن اوس تھے جن کے ہاتھ میں ان کی ڈھال تھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے لیکن بڑے لانبے چوڑے تھے زرہ پورے بدن پر نہیں آئی تھی ہاتھ کھلے تھے اشعار رجز پڑھتے ہوئے جھومتے جھامتے چلے جارہے تھے میں یہاں سے اور آگے بڑھی اور ایک باغیچے میں چلی گئی وہاں کچھ مسلمان موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ایک اور صاحب جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا پس پھر کیا تھا؟ بڑے ہی بگڑے اور مجھ سے فرمانے لگے یہ دلیری؟ تم نہیں جانتیں لڑائی ہو رہی ہے؟ اللہ جانے کیا نتیجہ ہو؟ تم کیسے یہاں چلی آئیں وغیرہ وغیرہ۔ جو صاحب مغفر سے اپنا منہ چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر اپنے سر سے لوہے کا ٹوپ اتار دیکھا اب میں پہچان گئی کہ وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خاموش کیا کہ کیا ملامت شروع کر رکھی ہے نتیجے کا کیا ڈر ہے؟ کیوں تمہیں اتنی گھبراہٹ ہے؟ کوئی بھاگ کے جائے گا کہاں؟ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہا لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہوگیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے اسی وقت آپ نے دعا کی اے اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ بنو قریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں نہ دیکھ لوں۔ اللہ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔ مشرکین کو ہواؤں نے بھگادیا اور اللہ نے مومنوں کی کفایت کردی۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تو بھاگ کر تہامہ میں چلے گئے عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد میں

---

① [صحیح: ابو داؤد: کتاب الحدود: باب فی الغلام یصیب الحد (٤٤٠٤) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جآء فی النزول علی الحکم (١٥٨٤) ابن ماجه: کتاب الحدود: باب من لا یجب علیه الحد (٢٥٤١۔ ٢٥٤٢) نسائی: کتاب الطلاق: باب متی یقع طلاق الصبی (٣٤٣٠) مسند احمد (٣١٠/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

چلے گئے۔ بنو قریظہ اپنے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ میدان خالی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مدینے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں ہی چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے آپ کا چہرہ گرد آلود تھا فرمانے لگے آپ نے ہتھیار کھول دیئے؟ حالانکہ فرشتے ابھی تک ہتھیار بند ہیں۔ اٹھیئے بنو قریظہ سے بھی فیصلہ کر لیجئے ان پر چڑھائی کیجئے حضور ﷺ نے فوراً ہتھیار لگا لئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی کوچ کی منادی کرا دی۔ بنو تمیم کے مکانات مسجد نبوی سے متصل ہی تھے راہ میں آپ نے ان سے پوچھا کیوں بھئی؟ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا کہ ہاں ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ حالانکہ تھے تو وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لیکن آپ کی داڑھی چہرہ وغیرہ بالکل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے ملتا جلتا تھا۔

آپ ﷺ نے جا کر بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک یہ محاصرہ رہا جب وہ گھبرائے اور تنگ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ قلعہ ہمیں سونپ دو اور تم اپنے آپ کو بھی ہمارے حوالے کر دو۔ رسول اللہ ﷺ تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ کر دیں گے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذ ر سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اس صورت میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا ہے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے اسے تو نامنظور کر دیا اور کہنے لگے ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں آپ کی فوج کو قبضہ دے دیتے ہیں ہمارے بارے کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہیں۔ آپ نے اسے بھی منظور کر لیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا آپ تشریف لے آئے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کے درخت کی چھال کی گدی تھی آپ اس پر بمشکل سوار کرا دیئے گئے تھے آپ کی قوم آپ کو گھیرے ہوئے تھی اور سمجھا رہی تھی کہ دیکھو بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہمارے دوست ہیں۔ ہماری موت زیست کے شریک ہیں اور ان کے تعلقات جو ہم سے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ خاموشی سے سب کی باتیں سنتے جا رہے تھے جب ان کے محلے میں پہنچے تو ان کی طرف نظر ڈالی اور کہا وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ کروں۔

جب حضور ﷺ کے خیمے کے پاس ان کی سواری پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سید کے لئے اٹھو اور انہیں اتارو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اتارو۔ لوگوں نے مل جل کر انہیں سواری سے اتارا حضور ﷺ نے فرمایا سعد ان کے بارے میں جو حکم کرنا چاہو کر دو۔ آپ نے فرمایا ان کے بڑے قتل کر دیئے جائیں ان کے چھوٹے غلام بنائے جائیں ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔ آپ نے فرمایا سعد رضی اللہ عنہ تم نے اس حکم میں اللہ و رسول کی پوری موافقت کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر تیرے نبی ﷺ پر قریش کی کوئی اور چڑھائی بھی باقی ہو تو مجھے اس کی شمولیت کے لئے زندہ رکھ ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ اسی وقت زخم سے خون بہنے لگا حالانکہ وہ پورا بھر چکا تھا یونہی سا باقی تھا چنانچہ انہیں پھر واپس اسی خیمے میں پہنچا دیا گیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ خود حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی آئے سب رو رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز اور عمر رضی اللہ عنہ کی آواز میں پہچان بھی ہو رہی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی۔ فی الواقع

اصحاب رسول ﷺ ایسے ہی تھے جیسے اللہ نے فرمایا ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [1] آپس میں ایک دوسرے کی پوری محبت اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تھے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح رویا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کی آنکھیں کسی پر آنسو نہیں بہاتی تھیں ہاں غم ورنج کے موقعہ پر آپ داڑھی مبارک اپنی مٹھی میں لے لیتے تھے۔ [2]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد زندگانی دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں ○ اور اگر تمہاری مراد اللہ اور رسول اللہ اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں ○

ازواج مطہرات کو دین و دنیا میں سے ایک کے انتخاب کا حکم: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کی قبولیت کا اختیار دیں۔ اگر تم دنیا اور اس کی رونق پر مائل ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا ہوں اگر تم تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے اللہ کی خوشی رسول ﷺ کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو۔ اللہ تمہیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز کرے گا اللہ آپ کی تمام بیویوں سے جو ہماری مائیں ہیں خوش رہے سب نے اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور دار آخرت کو ہی پسند فرمایا جس پر رب راضی ہوا اور پھر آخرت کے ساتھ ہی دنیا کی مسرتیں بھی عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس آیت کے اترتے ہی اللہ کے نبی ﷺ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ یہ تو آپ جانتے ہی تھے کہ ناممکن ہے میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کرنے کا مشورہ دیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس میں ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے اللہ پسند ہے اس کے رسول پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ [3] آپ کی اور تمام بیویوں نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا [4] اور روایت میں ہے کہ تین دفعہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دیکھو اپنے ماں باپ سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔

---

[1] [سورة الفتح: آیت ٢٩]

[2] [**صحیح**: صحيح بخاری: كتاب المغازی: باب مرجع النبی من الاحزاب ومخرجه الی بنی قريظة (٤١٢٢) صحيح مسلم: كتاب الجهاد: باب جوز القتل من نقض العهد (١٧٦٩)]

[3] [**صحیح**: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب قوله يا ايها النبی قل لا زواجك ان كنتن (٤٧٨٥)]

[4] [**صحیح**: صحيح بخاری: كتاب التفسير: باب قوله يا ايها النبی قل لا زواجك ان كنتن (٤٧٨٦)]

پھر جب حضور ﷺ نے میرا جواب سنا تو آپ ﷺ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ ① پھر آپ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں میں تشریف لے گئے ان سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا ہے وہ کہتی تھیں یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ ② فرماتی ہیں کہ اس اختیار کے بعد جب ہم نے آپ کو اختیار کیا تو یہ اختیار طلاق میں شمار نہیں ہوا۔ ③ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ اندر تشریف فرما تھے اجازت ملی نہیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا گیا گئے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا دیکھو میں اللہ کے پیغمبر ﷺ کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس تھا نہیں جب زیادہ ضد کرنے لگی تو میں نے اٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لپکے اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور فرمانے لگے افسوس! تم رسول اللہ ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں۔ وہ تو کہئے خیر گزری جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک لیا ورنہ عجب نہیں دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں کہ اچھا قصور ہوا اب ہم حضور ﷺ کو ہرگز اس طرح تنگ نہیں کریں گی۔ اب یہ آیتیں اتریں اور دنیا اور آخرت کی پسندیدگی میں اختیار دیا گیا۔ سب سے پہلے آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے انہوں نے آخرت کو پسند کیا جیسے کہ تفصیل وار بیان گزر چکا ہے۔ ساتھ ہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی کسی بیوی سے یہ بھی نہ فرمایئے گا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے چھپانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں سکھانے والا آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھ سے تو جو دریافت کرے گی میں صاف صاف بتا دوں گا۔ ④ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دنیا یا آخرت کی ترجیح کا اختیار دیا گیا تھا ⑤ لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے اور یہ آیت کے ظاہری لفظوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی آیت کے آخر میں صاف موجود ہے کہ آؤ میں تمہارے حقوق ادا کردوں اور تمہیں رہائی دے دوں اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ اگر آپ طلاق دے دیں تو پھر کسی کو ان سے نکاح

---

① [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٦٤)] ② [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٨٤٦٥)]

③ [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الطلاق: باب من خیر ازواجه وقول الله تعالی قل لا زواجك ان كنتن (٥٢٦٢-٥٢٦٣) صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب بیان ان تخییره امرته لا یکون طلاقا (١٤٧٧) ترمذی: کتاب الرضاع: باب ما جآء فی الخیار (١١٧٩) مسند احمد (١٧٣/٦)]

④ [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الطلاق: باب بیان ان تخییره امرته لایکون طلاقا الا بالنیة (١٤٧٨) مسند احمد (٣٢٨/٣)]

⑤ [**ضعیف**: مسند احمد (٧٨/١) کنز العمال (٤٨١/٢) البدر المنیر (٨٠/٨) التلخیص الحبیر (٤٤٧/٣) المسند الجامع لأبی الفضل (١٠١٤٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٥٨٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

جائز ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے تا کہ اس طلاق سے وہ نتیجہ ملے یعنی دنیا طلبی اور دنیا کی زینت ورونق وہ انہیں حاصل ہو سکے۔ واللہ اعلم۔ جب یہ آیت اتری اور جب اس کا حکم حضور ﷺ نے ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو سنایا اس وقت آپ کی نو بیویاں تھی۔ پانچ تو قریش سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ، اور حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ بنت حیی قبیلہ نضر رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ تھیں۔ حضرت زینب بنت جحش اسدیہ تھیں۔ اور حضرت جویریہ بنت حارث جو مصطلقیہ تھیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بداخلاقی کرے گی اسے دوہرا دوہرا عذاب کیا جائے گا اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل سی بات ہے ○

ازواج مطہرات معزز ترین خواتین: حضور ﷺ کی بیویوں نے یعنی مومنوں کی ماؤں نے جب اللہ کو اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے پہلے گھر کو پسند کر لیا اور حضور ﷺ کے گھر میں وہ ہمیشہ کے لئے مقرر ہو چکیں۔ تو اب جناب باری عز اسمہ، اس آیت میں انہیں وعظ فرما رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اگر بالفرض تم سے کوئی بداخلاقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہو گا چونکہ تمہارے بڑے رتبے ہیں تمہیں گناہوں سے بالکل دور رہنا چاہیے۔ ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی۔ اللہ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ فرمان بطور شرط کے ہے اور شرط کا ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے فرمان ہے ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [1] الخ، اے نبی ﷺ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ﴿لَئِنْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [2] اگر یہ شرک کریں تو ان کی نیکیاں بیکار ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ [3] اگر رحمان کے اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے عابد ہوں۔ اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ﴾ [4] الخ، یعنی اگر اللہ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا پسند فرما لیتا وہ پاک ہے وہ یکتا اور غالب ہے اور سب پر حکمران ہے۔ پس ان پانچوں آیتوں میں شرط کے ساتھ بیان ہے لیکن ایسا ہوا نہیں۔ نہ نبیوں سے شرک ہونا ممکن نہ سردار رسولاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ممکن۔ نہ اللہ کی اولاد۔ اسی طرح امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہو گی اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بدخلقی کی ہو۔ نعوذ باللہ۔

الحمد للہ اکیسواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [سورۃ الزمر: آیت ٦٥]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ٨٨]
[3] [سورۃ الزخرف: آیت ٨١]
[4] [سورۃ الزمر: آیت ٤]